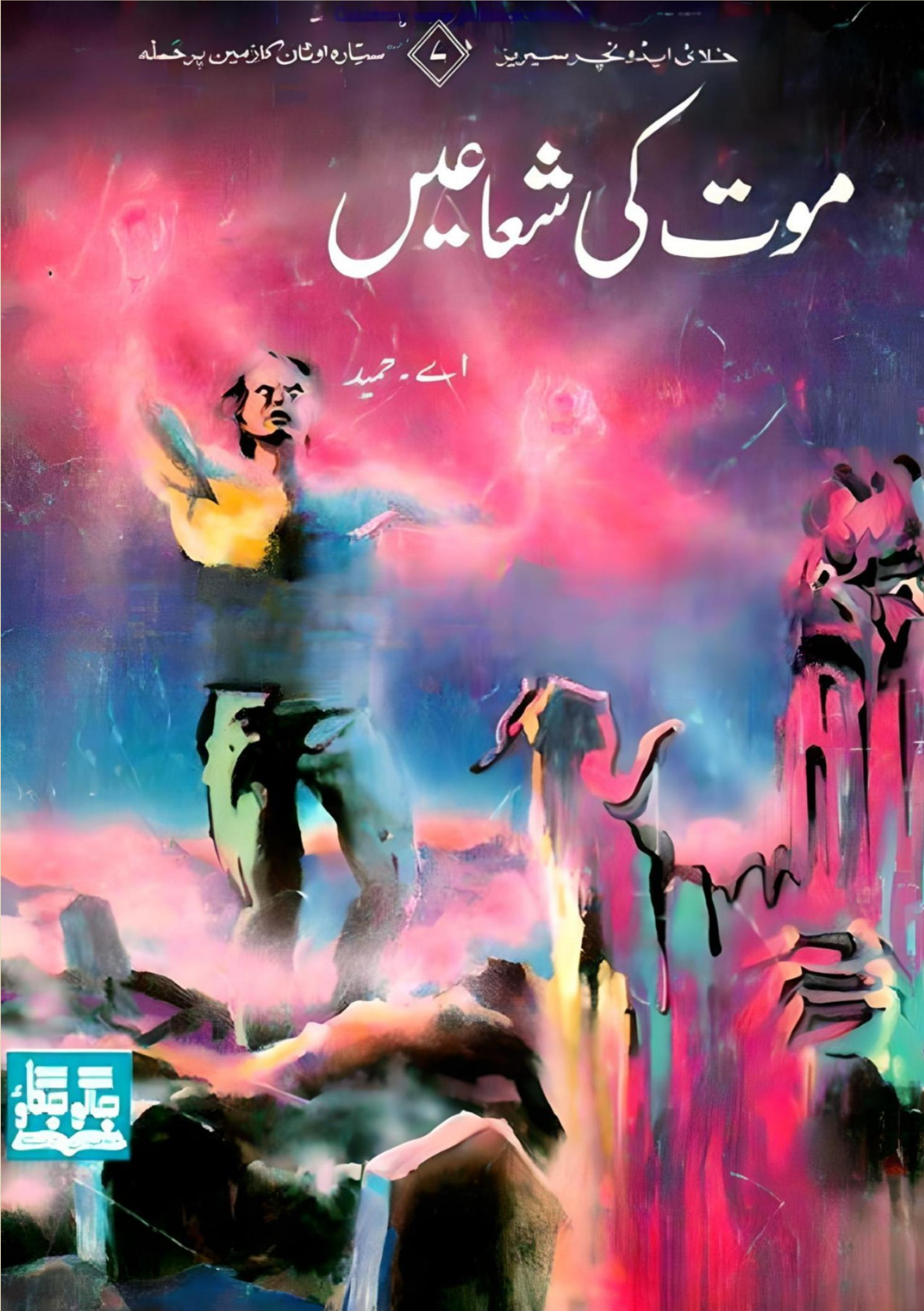


خلائی ایڈونچر سیریز
۷
ستارہ اوثان کا زمین پر حملہ
موت کی شعاعیں
اے۔ حمید

خلائی ایڈونچر سیریز　　　　　ساتواں حصّہ

موت کی شعاع

اے حمید

نونہال ادب

ہمدرد فاؤنڈیشن پریس، کراچی

مجلسِ ادارت

حکیم محمد سعید

مسعود احمد برکاتی

رفیع الزّماں زبیری

ناشر : ہمدرد فاؤنڈیشن پریس، ہمدرد سنٹر ناظم آباد، کراچی

اشاعت : ۱۹۹۱

تعداد اشاعت : ۲۰۰۰

قیمت : ۱۰ روپے

نونہال ادب کی کتابیں "نہ نفع نہ نقصان" کی بنیاد پر شائع کی جاتی ہیں۔

جملہ حقوق محفوظ

پیش لفظ

تلاش اور جستجو انسان کی فطرت ہے۔ قرآن حکیم میں بار بار تاکید کی گئی ہے کہ اپنے چاروں طرف نگاہ ڈالو اور دیکھو اللہ تعالیٰ نے کیسی کیسی چیزیں پیدا کی ہیں۔ زمین، آسمان، چاند، سورج، ستارے اور سیّارے، پہاڑ اور دریا، چرند اور پرند، پھول اور پھل۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔

اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں انسان ہی وہ مخلوق ہے جسے عقل اور سمجھ عطا کی گئی ہے۔ اُسے چیزوں کو دیکھنے، سمجھنے اور پرکھنے کی قوّت اور صلاحیت دی گئی ہے تاکہ وہ کائنات کی بے شمار چیزوں سے، جو اُسی کے لیے پیدا کی گئی ہیں، فائدہ اُٹھائے اور وہ بُلند مقام حاصل کرے جو اس کا مقدّر ہے۔ اللہ کی عطا کی ہوئی صلاحیتوں سے کام لینے کے لیے علم حاصل کرنا ضروری ہے۔

علم سائنس ہے۔ بٹن دبا کر گھروں اور شہروں کو روشن کرنے سے لے کر چاند تک پہنچنے کا گُر ہمیں سائنس ہی نے سکھایا ہے۔ ایک چھوٹا سا حقیر بیج کیسا زبردست، تناور درخت بن جاتا ہے، پھولوں میں رنگ کہاں سے آتے ہیں، انسان غذا کیسے ہضم کرتا ہے، اُس کے بدن میں خُون کیسے دوڑتا ہے، بھاری بھرکم جہاز ٹنوں وزن لے کر سمندر میں ڈوبتے کیوں نہیں، دیو پیکر طیّارے ہوا میں کیسے اُڑتے چلے جاتے ہیں۔ چاند، سورج

اور سیّارے خلا میں کیسے گردش کر رہے ہیں۔ یہ سب ہم نے سائنس ہی کے ذریعہ سے جانا ہے۔ انسان سائنس ہی کے ذریعہ سے چاند پر پہنچا ہے، اُس کے بنائے ہوئے راکٹ ہمارے نظامِ شمسی کے آخری کناروں کو چھونے والے ہیں۔

اپنی دُنیا اور اپنی دُنیا سے باہر انسان کی یہ تلاش و جستجو مسلسل جاری ہے۔ سائنس کی ترقّی اُسے دم بہ دم آگے بڑھائے چلی جا رہی ہے۔ کل کی کہانیاں آج کی حقیقتیں بن چکی ہیں۔ سائنس فکشن انسان کی قدرت کے چھُپے ہوئے راز جاننے کی خواہش کا اظہار ہے۔ اُڑن کھٹولا ماضی کی سائنس فکشن تھا۔ آج یہ ہوائی جہاز کی شکل میں حقیقت ہے۔ جولیس ورن کی سمندر کی تہہ میں مسلسل تیرنے والی "ناٹیلس" اب ایک افسانہ نہیں ایٹمی آب روز کی شکل میں ایک زندہ حقیقت ہے۔ کون کہہ سکتا ہے آج کی سائنس فکشن کل کی حقیقت نہ بن جائے۔

جب تک انسان تلاش و جستجو کے عمل میں رہے اور علم حاصل کرتا رہے گا کہانیاں حقیقتیں بنتی رہیں گی۔

حکیم محمد سعید


POLICE

جِلاوطن خلائی مخلوق

گارشا کو فوراً معلوم ہوگیا کہ یہ خلائی لاش ہے۔

اس نے فوراً لیزر پستول نکال کر کھڑکی میں سے بازو باہر نکالا اور خلائی لاش پر فائر کردیا۔ لیزر کی سُرخ شعاع لاش سے ٹکرائی۔ ایک دھماکا ہوا اور لاش درختوں کی طرف بھاگ گئی۔ اُس میں آگ لگ چکی تھی۔ گارشا نے سُلطانہ کی طرف دیکھا اور کہا:

"یہ ہمارے سیّارے اوٹان کے حبشی اسکالا کی لاش ہے جسے تمہاری زمین پر تباہی پھیلانے کے لیے خاص طور پر بھیجا گیا ہے۔"

سُلطانہ بولی۔ "ہاں گارشا! عمران اور شیبا نے اِس لاش کے بارے میں مُجھے ساری تفصیل بتائی تھی۔ اللہ کا شکر ہے کہ تُم نے اسے ہلاک کر دیا۔"

گارشا جلدی سے ویگن میں سے نکل کر خلائی لاش کے پیچھے گئی، مگر لاش غائب ہو چکی تھی۔ اس نے واپس آ کر سُلطانہ سے کہا:

"اسکالا کی لاش لیزر پستول کے فائر سے مر نہیں سکتی، میں جانتی ہوں وہ زندہ رہے گی۔ طوطم چیف نے جو یہاں اس شہر میں ہے اس خلائی لاش کو ایک خاص انجکشن دے کر آگ محفوظ کر دیا ہے۔"

سُلطانہ خوف بھری نظروں سے اندھیرے میں درختوں کی طرف دیکھ رہی

تھی جدھر خلائی لاش آگ میں لپٹی بھاگ گئی تھی۔ گارشا نے اسے بازو سے پکڑ کر کہا:

"یہاں سے نکل چلو سُلطانہ۔ طوطم چیف کو میرے یہاں پہنچنے کی اِطّلاع مل چکی ہوگی اور اب یہ لاش اس بات کی تصدیق کر دے گئی کہ گارشا یعنی میں زمین کے سیّارے پر پہنچ گئی ہوں۔"

وہ دونوں ویگن میں بیٹھے اور ویگن تیزی سے آگے بڑھ گئی۔

جُوں ہی اُن کی وین شہر کے چوراہے پر آئی، پولیس کی گاڑیوں نے اُسے گھیر لیا۔ پولیس نے اُن غنڈوں کو پکڑنے کے لیے پہلے ہی سے ناکہ بندی کر رکھی تھی جن کو گارشا نے اپنے خلائی پستول کے فائر سے پیچھے بے ہوش کر کے سڑک پر پھینک دیا تھا اور اُن کی ویگن لے کر روانہ ہوئی تھی۔ پولیس نے ویگن کو پہچان لیا تھا کہ یہی غنڈوں کی ویگن ہے۔ انسپکٹر نے پستول

تان لیا تھا۔ آگے بڑھ کر اُس نے ویگن میں دو لڑکیوں کو دیکھا تو اُنہیں نیچے اُترنے کا حُکم دیا۔ سُلطانہ نے کہا :

"میں ڈاکٹر سُلطانہ ہوں۔ پروفیسر نیشنل کالج آف سائنس۔ میرا مکان۔۔۔"

انسپکٹر نے سُلطانہ کی بات کاٹتے ہوئے کہا :

"محترمہ میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ آپ اُس وین میں آرہی ہیں جو شہر کے دو مفرور قاتلوں کی ہے، جو چار قتل کر کے بھاگے ہیں اور ہمیں اُن کی تلاش ہے۔ یہ دوسری لڑکی کون ہے اور آپ کے ساتھی قاتل کہاں ہیں۔"

پولیس انسپکٹر سُلطانہ اور گارشا کو قاتل غُنڈوں کی ساتھی عورتیں سمجھ رہا

تھا۔ سُلطانہ نے کہا :

"یہ لڑکی گارشا، میری اسٹوڈنٹ ہے۔ ہم شہر سے باہر اپنی ایک سہیلی پروفیسر کے ہاں کھانے پر گئی ہوئی تھیں کہ واپسی پر کوئی سواری نہ ملی۔ پھر ہمیں چند غُنڈوں نے گھیر لیا۔ مگر ہم نے اُنہیں بھگا دیا اور اُن کی ویگن لے کر شہر میں آئی ہیں کیوں کہ ہمیں جلدی گھروں کو پہنچنا تھا۔" انسپکٹر ہنس کر بولا :

"یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ دو نازک عورتیں نصف درجن قاتل غُنڈوں کو بھگا دیں جب کہ اُن غنڈوں کے پاس کلاشنکوفیں بھی ہیں اور وہ کئی قتل کر چکے ہیں۔"

گارشا نے کہا :

"انسپکٹر! تُم پیچھے سڑک پر جا کر غُنڈوں کو بے ہوش پڑا دیکھ سکتے ہو؟!"

انسپکٹر چُپ ہو گیا۔ پھر اس نے کہا:

"جب تک تمہارا بیان سچ ثابت نہیں ہو جاتا تُم دونوں کو ہماری حراست میں رہنا ہو گا۔"

اِس کے ساتھ ہی انسپکٹر نے پولیس کو حُکم دیا کہ فوراً پیچھے جا دیکھے کہ کیا واقعی قاتل غُنڈے سڑک پر بے ہوش پڑے ہیں؟ پولیس کی پارٹی دو گاڑیاں لے کر پیچھے کی طرف دوڑ پڑی۔ پانچ منٹ بعد پولیس واپس آئی تو سارے کے سارے مفرور قاتل غُنڈے پولیس کی گاڑی میں بے ہوش پڑے اُن کے ساتھ آئے تھے۔ انسپکٹر نے قاتلوں کو فوراً پہچان لیا۔ پھر گارشا اور سُلطانہ کی طرف حیرت سے دیکھا اور کہا:

"مُجھے یقین نہیں آتا کہ یہ کارنامہ آپ یعنی دو نازک عورتوں نے سر انجام دیا ہے۔"

گارشا بولی۔ "ثبوت آپ کے سامنے ہے۔"

انسپکٹر نے گارشا اور سُلطانہ کا شکریہ ادا کیا اور کہا:

"محترم، مُجھے یہ ویگن اپنے قبضے میں لینی ہوگی۔ آپ کو ہماری گاڑی شہر پہنچا دے گی۔ آپ ہمیں اپنا پتا اور فون نمبر لکھوا دیں۔ کیوں کہ ہمارے افسر آپ کو بہادری کا سر ٹیفکیٹ ضرور دیں گے۔"

سُلطان نے اپنا پتا لکھوا دیا اور پولیس کی گاڑی میں گارشا کے ساتھ سوار ہو گئی۔ پولیس کی گاڑی نے ان دونوں کو فزکس کے پروفیسر رضوی کی کوٹھی پر چھوڑ دیا۔ پروفیسر رضوی اس وقت اپنے کمرے میں امریکا سے آئی

ہوتی ایک نئی کتاب کا مطالعہ کر رہا تھا جو کائنات میں روشنی کی رفتار کے بارے لکھی گئی تھی۔ سُلطانہ نے گھنٹی بجائی۔ پروفیسر نے دروازہ کھول دیا۔ اپنے سامنے سُلطانہ کو دیکھ کر بے حد خوش ہوا اور سُلطانہ کے سر پر ہاتھ میں رکھ کر بولا:

"سُلطانہ بیٹی! اللہ کا شکر ہے کہ تُم واپس آ گئیں۔ آ جاؤ۔ اندر آ جاؤ۔ یہ لڑکی کون ہے؟ یہ مُجھے کُچھ عجیب سی لڑکی لگ رہی ہے۔"

سُلطانہ بولی۔ "پروفیسر! یہ گارشا ہے۔ خلائی لڑکی!"

"خلائی لڑکی۔" پروفیسر نے حیرانی کے ساتھ پوچھا۔

"ہاں پروفیسر! میں ابھی ساری کہانی بیان کرتی ہوں۔"

یہ کہہ کر سُلطانہ اور گارشا صوفے پر بیٹھ گئیں۔ پھر سُلطانہ نے ساری داستان

پروفیسر کو سُنا ڈالی۔ پروفیسر نے بڑے غور سے سُلطانہ کا ایک ایک لفظ سُنا۔ جب سُلطانہ نے بات مکمل کر لی اور پروفیسر رضوی اُٹھ کر ٹہلنے لگا۔ پھر کہنے لگا:

"سب سے پہلے تمہارے خلائی جہاز کو لوگوں کی نظروں سے محفوظ رکھنا ہے۔ اس کے بعد گارشا کو اس طرح سے محفوظ کرنا ہے کہ وہ خلائی پارٹی جو ہمارے شہر کے قبرستان کے تہہ خانے میں موجود ہے وہ گارشا کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکے۔ کیوں کہ تُم لوگوں کے سیّارے سے فرار کے فوراً بعد گریٹ کنگ اور طرطوش نے یہاں ہماری زمین پر خلائی مخلوق کے چیف طوطم کو خبر کر دی ہوگی اور وہ تمہاری تلاش میں ہوں گے۔ ہو سکتا ہے خلائی لاش کو طوطم چیف نے تُم دونوں کو ہلاک کرنے کے لیے ہی بھیجا ہو۔"

گارشا کہنے لگی۔ "پروفیسر جس طرح میری خلائی گن خلائی لاش کو ہلاک نہیں کر سکتی۔ اِسی طرح اُن کی خلائی گن کا فائر مُجھے بھی نہیں مار سکتا۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ میرے خلائی جسم کی کھال کو یہاں کی فضا نے ایک ایسی طاقت دے دی ہے کہ اس پر آگ اثر نہیں کر سکتی۔"

سُلطانہ بولی۔ "مگر وہ لوگ تمہیں اغوا تو کر سکتے ہیں۔ وہ لوگ مُجھے تو ہلاک کر سکتے ہیں۔"

گارشا نے کہا۔ "ہاں ایسا ہو سکتا ہے، مگر ہمیں چوکس رہنا ہو گا۔"

پروفیسر رضوی نے گارشا کی طرف متوجّہ ہو کر کہا:

"تمہارے خیال میں عمران اور شیبا کے یہاں واپس آنے کی کوئی اُمّید ہے؟"

گارشا نے نفی میں سر ہلایا اور بولی :

"وہ آج سے کوئی دو ہزار سال پہلے کے زمانے میں پہنچ چکے ہیں جو سکندرِ اعظم کا زمانہ تھا۔ اُن کا وہاں سے اس دُنیا میں واپس آنا میرے نزدیک ایک نا مُمکن بات ہے۔ ویسے کوئی کرشمہ ہو جائے تو میں کُچھ نہیں کہہ سکتی۔"

سُلطانہ اور پروفیسر رضوی دونوں پریشان ہو گئے۔ گارشا بولی :

"لیکن ایک بات ہے۔ جیسا کہ آپ فزکس کے پروفیسر ہونے کے ناطے جانتے ہیں کہ گزرے ہوئے زمانے میں وقت آپ کی اس دُنیا کے وقت سے بہت بلکہ کئی سو سال پہلے ہے۔ اِسی وجہ سے اگر عمران اور شیبا سکندرِ اعظم کے زمانے میں دس برس بھی گزار کر یہاں واپس آئیں گے تو یہاں یہ مُشکل ایک دِن ہی گزرا ہو گا۔"

پروفیسر رضوی کی سمجھ میں یہ تھیوری آگئی تھی۔ کہنے لگا:

”ہمیں عمران اور شیبا کے ماں باپ کو یہ ہرگز نہیں بتانا ہوگا کہ وہ تاریخ کے پرانے عہد میں داخل ہو چکے ہیں۔ ہم اُنھیں یہی کہیں گے کہ وہ ہمارے ہی منصوبے کے سِلسلے میں کسی دوسرے مُلک گئے ہوتے ہیں اور ہم اس مُلک کا نام قومی سلامتی کی وجہ سے ظاہر نہیں کرسکتے۔ اِتنی دیر میں میرا خیال ہے کہ وہ دونوں ضرور ہماری دُنیا کے زمانے میں واپس آ جائیں گے۔“

گارشا نے کہا۔ ”یہ مسئلہ تو کسی طرح حل ہو جائے گا۔ اب سب سے اہم مسئلہ زمین کو سیّارہ اوٹان کے گریٹ کنگ کے تباہ کُن منصوبے سے بچانا ہے۔ اور اِس کی ایک ہی صورت ہے کہ کسی طریقے سے فضا میں موجود ان ریڈیائی لہروں کو درہم برہم کر دیا جائے جن کی مدد سے سیّارہ اوٹان کے

سگنل اِس زمین پر آتے ہیں۔ اِس طرح سے سیّارہ اوٹان کا اِس زمین سے رابطہ ٹوٹ جائے گا۔ اور پھر اُوپر سے خلائی مخلوق کا نہ تو کوئی خلائی راکٹ یا اُڑن تشتری یہاں آ سکے گی اور نہ یہاں پر موجود طوطم اور برازیل میں واقع اِن لوگوں کے خلائی خُفیہ ٹھکانے میں کوئی کمپیوٹر اُن کے سگنل ہی وصول کر سکے گا۔ اِس کے بعد ہم یہاں پر موجود خلائی مخلوق کو آسانی سے تباہ کر سکیں گے۔"

سُلطانہ نے کہا۔ "لیکن فضا میں موجود ریڈیائی لہروں کو ہم کیسے درہم برہم کر سکتے ہیں؟ اور کیا ایسا کرنے سے ہمارے سگنل اور ریڈیو ٹی وی کے نظام میں کوئی خلل پیدا نہیں ہو گا۔"

گارشا نے اس کے جواب میں کہا:

"آپ لوگ اپنے سیّارے کی ریڈیائی لہروں کی فضا کی طاقت سے ابھی تک

ناواقف ہیں۔ اِن لہروں کے کئی حلقے ہیں۔ اُن میں صرف ایک حلقہ ایسا ہے جس کا تعلّق خلا سے جُڑا ہوا ہے۔ ورنہ باقی سارے حلقوں کی ریڈیائی لہریں صرف آپ کے ریڈیو اور ٹی وی کی رینج تک ہی محدود ہیں۔"

پروفیسر رضوی نے پوچھا:

"خلا سے وابستہ ریڈیائی لہروں کو کس طرح درہم برہم کیا جا سکتا ہے۔"

گارشا نے جواب میں کہا: "یہ کام کوئی خلائی مخلوق ہی کر سکتی ہے اور میں خلائی سائنس سے اچھّی طرح واقف بھی ہوں اور خلائی مخلوق بھی ہوں۔ میں یہ کام کرلوں گی، لیکن اِس کے لیے مُجھے آپ کے کسی ایسے ہوائی جہاز کی ضرورت ہو گی جو مُجھے آپ کی زمین کی فضا کے اُس حلقے تک پہنچا سکے جہاں پر فضا کی سرحد ختم ہونے والی ہوتی ہے۔"

سُلطانہ نے کہا :

"اِس کا انتظام تو ہو سکتا ہے۔ ہمارے مُلک کی فضائیہ میں ایسے طیارے موجود ہیں جو تمہیں اتنی بُلندی تک لے جا سکتے ہیں۔"

گارشا بولی۔ "بس پھر آپ کی زمین خلائی سیّارے کی تباہ کاریوں سے ہمیشہ کے لیے محفوظ کر دی جائے گی۔"

"لیکن ہمیں خلائی مخلوق کے اُس خُفیہ ٹھکانے کو بھی تباہ کرنا ہو گا جو ہمارے پرانے قبرستان کے نیچے موجود ہے اور اِس خلائی لاش سے بھی انسانوں کو محفوظ کرنا ہو گا جو ہمارے بہترین قابل لوگوں کو اغوا کرنے والی ہے۔" سُلطانہ نے تشویش کے ساتھ کہا۔

گارشا بولی۔ "میں خود خلائی لڑکی ہوں اور جانتی ہوں کہ خلائی مخلوق کو کِس

طرح تباہ کیا جا سکتا ہے۔ مگر سب سے پہلے ہمیں اُس مخلوق کا اپنے سیّارے سے جو ریڈیائی سگنل کے ذریعہ سے رابطہ قائم ہے اُسے ختم کرنا ہو گا۔"

"اِس کا انتظام تو کل ہی ہو جائے گا۔ میں کل ہی انٹیلیجنس چیف سے بات کرتا ہوں۔ وہ فضائیہ سے مدد لے سکتے ہیں۔" پروفیسر نے یقین کے ساتھ کہا۔

اُس وقت تک رات کافی گُزر چُکی تھی۔ پروفیسر رضوی نے گارشا اور سُلطانہ کو آرام کا مشورہ دیا اور کہا۔

"تُم لوگ میرے مکان پر ہی سو جاؤ۔ صُبح انٹیلی جنس چیف بات کر کے ایم ۱۶ ائیر کرافٹ کا انتظام ہو جائے گا۔ یہ نیا طیارہ ہے اور کافی بُلندی تک جا سکتا ہے۔"

سُلطانہ اور گارشا وہیں ایک کمرے میں سو گئیں۔

صُبح اُٹھتے ہی پروفیسر رضوی اور سُلطانہ سیدھے عمران اور شیبا کے گھر کی طرف گاڑی میں چل دیے۔ گارشا کو اُنھوں نے پیچھے رہنے دیا۔ پروفیسر رضوی اور سُلطانہ نے عمران اور شیبا کے گھروں میں جا کر ان کے ماں باپ کو ساری بات سمجھا دی کہ دونوں خیریت سے ہیں اور سرکاری حفاظت میں ایک نہایت اہم قومی خدمت انجام دینے کے لیے دوسرے مُلک میں ہیں جہاں سے وہ ہفتے کے اندر اندر واپس آجائیں گے۔

اِس کام سے فارغ ہونے کے بعد پروفیسر رضوی نے انسپکٹر شہباز سے بات کی۔ گارشا اور سُلطانہ بھی وہاں موجود تھیں۔ انسپکٹر شہباز کو پہلے تو یقین نہ آیا کہ گارشا خلائی لڑکی ہے۔ جب گارشا نے کہا کہ انسپکٹر میرے بازو پر پستول سے فائر کرو تو انسپکٹر ہچکچاتے ہوئے بولا:

”میں ایک بے قصور لڑکی کا خُون نہیں کرنا چاہتا۔ “

اِس پر گارشا نے پستول انسپکٹر کے ہاتھ سے لے لیا اور اپنے بازو پر فائر کر دیا۔ سب گھبرا گئے۔ مگر گارشا اپنی جگہ پر اُسی طرح بیٹھی رہی۔ گولی اُس کے بازو سے پار ہو گئی تھی۔ اس نے اپنا زخم انسپکٹر شہباز کو دکھاتے ہوئے کہا :

”غور سے دیکھتے رہنا انسپکٹر۔ “

انسپکٹر شہباز کھُلی ہوئی آنکھوں سے گارشا کے بازو کو تک رہا تھا جہاں گولی کا سوراخ اپنے آپ سُکڑتا جا رہا تھا۔ خُون کا ایک قطرہ بھی نہیں نکلا تھا۔ بہ مُشکل دس سیکنڈ لگے ہوں گے کہ گارشا کے بازو کا سوراخ بند ہو گیا۔ گارشا نے انسپکٹر کی طرف دیکھا اور پوچھا :

"کیا اب بھی تمہیں یقین نہیں آیا کہ میں خلائی مخلوق ہوں؟" انسپکٹر شہباز کو پسینا آگیا تھا۔ کہنے لگا:

"مُجھے یقین کرنا پڑ رہا ہے گارشا۔ تُم واقعی کسی دوسری دُنیا کی لڑکی ہو۔ کیوں کہ جو کُچھ میں نے دیکھا ہے وہ اس دُنیا کی لڑکی کے ساتھ نہیں ہو سکتا۔"

سُلطانہ اور پروفیسر رضوی کو بھی اطمینان ہوا کہ انسپکٹر شہباز کا شک دور ہو گیا ہے۔ اُس کا شک دور ہونا بڑا ضروری تھا۔ کیوں کہ اُسے اُن کے ساتھ دُنیا کو خلائی مخلوق کی تباہ کاریوں سے بچانے کی مُہم میں ساتھ ساتھ چلنا تھا۔ تب انسپکٹر شہباز کو گارشا اور پروفیسر رضوی نے فضا میں ریڈیائی لہروں کے خلائی حلقے کو درہم برہم کرنے والی اسکیم سے آگاہ کیا اور اُس کی اہمیت بتائی۔ انسپکٹر شہباز نے اُسی وقت انٹیلی جنس چیف سے ملاقات کا

وقت لے لیا۔

شام کو انٹیلی جنس چیف مسٹر لودھی کے کمرے میں وہ سب جمع تھے۔ انسپکٹر شہباز، گارشا، سُلطانہ اور پروفیسر رضوی۔ خلائی مخلوق کی وارداتوں سے چیف واقف تھا۔ جب اسے خلائی مخلوق کا ناپاک منصوبہ پوری تفصیل کے ساتھ بتایا گیا تو وہ فکرمند ہوا۔ گارشا نے کہا :

"خلائی مخلوق کی تباہی سے بچنے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ۔۔۔"

اور پھر گارشا نے انٹیلی جنس چیف کو بھی اپنے منصوبے سے کیا۔ چُوں کہ یہ قومی سلامتی کا معاملہ تھا اور حکومت بھی خلائی مخلوق کے خطرات سے خبردار ہو چکی تھی۔ اس لیے اُنھیں فوراً فضائیہ کا خاص طیارہ استعمال کرنے کی اجازت دلوا دی گئی۔ رات کے گیارہ بجے شہر کے ایک ہوائی اڈّے سے فضائیہ کا تیز رفتار جدید ترین طیارہ گارشا کو لے کر فضا میں بُلند ہو گیا۔

گارشا ایک خاص کمپیوٹر کے سامنے بیٹھی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ اُسے فضا کے ایک خاص حلقے میں پہنچ کر کیا کرنا ہے۔ پائلٹ نے فضا میں ایک خاص بُلندی تک پہنچنے کے بعد گیس ماسک پہن لیا مگر گارشا نے کہا :

”میں خلا میں بھی سانس لے سکتی ہوں۔ مُجھے گیس ماسک کی ضرورت نہیں ہے۔“

پائلٹ نے وائرلیس پر کہا :

”ہم جس فضا میں داخل ہو رہے ہیں وہاں صرف کاربن ڈائی آکسائیڈ کی گیس ہی ہوگی۔“

گارشا نے پائلٹ کو وائرلیس پر ہی جواب دیا :

”ٹھیک ہے اگر تُم کہتے ہو تو میں آکسیجن ماسک پہن لیتی ہوں۔“

وہ نہیں چاہتی تھی کہ پائلٹ کو یہ پتا چلے کہ وہ خلائی مخلوق ہے۔ اُس نے آکسیجن ماسک پہن لیا۔ جہاز انتہائی تیز رفتاری کے ساتھ فضا میں اُوپر ہی اُوپر چلا جا رہا تھا۔ گارشا کی نظریں اپنے کمپیوٹر کی اسکرین پر جمی ہوئی تھیں۔ اُس کی اُنگلیاں کی بورڈ پر چل رہی تھیں۔ جوں ہی اُسے محسوس ہوا کہ زمین کے گرد لپٹی ہوئی فضا کا آخری حلقہ آگیا ہے اُس نے وائرلیس پر پائلٹ سے کہا :

"بس طیّارے کو اِسی طرح زمین کے گرد گردش میں رکھو؟"

طیارہ سیدھا ہو گیا۔ گارشا نے بجلی جیسی تیزی سے اپنا کام شروع کر دیا۔ کمپیوٹر میں اُس نے ایک خاص آلہ لگا رکھا تھا۔ فضا کے آخری حلقے میں داخل ہونے کے فوراً بعد گارشا نے اس آلے کا بٹن دبا دیا۔ اس میں سے طوفانی لہروں کی ایک آبشار نکل کر فضا میں داخل ہونے لگا۔ ان لہروں

نے اس فضائی حلقے کی فضائی پٹّی میں گھل مل کر اس کے ذرّات کو توڑنا شروع کر دیا۔

ٹھیک اسی وقت شہر کے پرانے قبرستان کے نیچے خُفیہ خلائی لیبارٹری میں طوطم چیف اپنے سیٹ پر بیٹھا اُوپر خلائی سیّارے میں طرطوش سے بات کر رہا تھا۔ طرطوش کر رہا تھا: "گارشا باغی ہے۔ وہ اپنے ساتھ عمران اور شیبا کو بھی فرار کر کے زمین پر لے آئی ہے۔ اُن تینوں کو تلاش کر کے فوراً ختم کر دیا جائے۔"

طوطم چیف نے جواب دیا:

"طرطوش چیف! ایسا ہی ہو گا۔ ہماری خلائی لاش نے گارشا کو دیکھ بھی لیا ہے۔ گارشا نے رات کو اُس پر لیزر گن سے فائر بھی کیا تھا۔ ہم اُسے تلاش کر لیں گے اور وہیں ہلاک کر ڈالیں گے۔"

طرطوش کی آواز آئی :

"عمران اور شیبا کو بھی۔۔۔"

اِس کے ساتھ ہی خلائی سیّارے سے وائرلیس کا رابطہ ٹوٹ گیا۔ طوطم نے بڑی کوشش کی، مگر خلائی سیّارے سے رابطہ بحال نہ ہو سکا۔ اس کے دونوں خلائی اسسٹنٹ قریب ہی کھڑے تھے۔ طوطم نے اُن کی طرف دیکھ کر کہا :

"فوراً بیم اَپ سلنڈر کے کمپیوٹر سے اُوپر اپنے سیّارے سے رابطہ پیدا کرو۔"

اسسٹنٹ اُسی وقت کونے میں سلنڈر کے پاس گیا۔ یہ وہی سلنڈر تھا جس میں بیٹھ کر یہ لوگ اپنے سیّارے پر جاتے تھے۔ یہ اِس طرح جاتے تھے کہ ایک خاص بٹن دبانے سے اُن کے جسم پہلے روشنی کے رفتاری ذرّات

اور پھر ریڈیائی لہروں میں تبدیل ہو کر روشنی سے بھی تیزی کے ساتھ اپنے سیّارے پر پہنچ جاتے تھے۔ اسسٹنٹ نے کمپیوٹر کھول کر بٹن دبایا اور اسکرین پر دیکھا۔ اسکرین خاموش تھی۔ وہاں کوئی نقطہ، کوئی لہر ظاہر نہیں ہوئی تھی۔ اُس نے تشویش کے ساتھ کہا:

"چیف! ریڈیائی لہروں کا رابطہ ٹوٹ گیا ہے۔"

"کیا بکواس کر رہے ہو؟" طوطم نے غصّے میں کہا۔

اور خود اُٹھ کر بیم اَپ سلنڈر کے کمپیوٹر پر آگیا۔ جب اُس نے پورا چیک اَپ کیا تو اُس پر یہ بھیانک انکشاف ہوا کہ اپنے سیّارے سے ان کا رابطہ بالکل ختم ہو گیا ہے اور ایک طرح سے وہ دنیا کے سیّارے پر تنہا رہ گئے ہیں۔ عین اُسی وقت برازیل سے وائرلیس پر پیغام آیا۔ طوطم نے وائرلیس ریسیور کان کے ساتھ لگایا۔ دوسری طرف سے برازیل کے خُفیہ خلائی

اڈّے میں سے خلائی چیف شوگن بول رہا تھا۔

"ہیلو طوطم !میں شوگن بول رہا ہوں۔ میرا اپنے سیّارے سے رابطہ نہیں ہو رہا۔ کیا وجہ ہے؟ تُم اپنے کمپیوٹر کے ذریعہ اوپر طرطوش سے رابطہ پیدا کر کے پوچھو کہ ہمارا سِلسِلہ کیسے ٹوٹ گیا ہے۔"

طوطم نے پریشان کن لہجے میں کہا :

"کیا تمہارا رابطہ بھی ٹوٹ گیا ہے؟ اِس کا مطلب ہے کہ ہم واقعی یہاں اکیلے رہ گئے ہیں۔ کیوں کہ ہمارا بھی اپنے سیّارے سے رابطہ ٹوٹ چکا ہے۔"

دوسری طرف سے شوگن کی آواز آئی :

"یہ سب کیسے ہو گیا ہے؟ اِس کی تحقیق کرو۔"

طوطم نے کچھ سوچ کر کہا :

"شوگن ! یہ سارا کام گارشا کا ہے ۔ اُس کے سوا یہ کام دوسرا کوئی نہیں کر سکتا ۔"

شوگن کو بھی اپنے سیّارے سے اِطّلاع مل چکی تھی کہ گارشا عمران اور شیبا کو لے کر سیّارے سے فرار ہونے میں کام یاب ہو گئی ہے ۔ وہ بولا :

"طوطم ! گارشا نے ضرور فضا کی ریڈیائی لہروں کو تباہ کر دیا ہے ۔ اب کچھ نہیں ہو سکتا ۔ ہم اندھے بہرے ہو گئے ہیں ۔ ہم کچھ نہیں کر سکتے ۔ اب ہمارا اپنے سیّارے اور گریٹ کنگ سے کبھی رابطہ بحال نہیں ہو سکتا ۔"

طوطم نے غصّیلی آواز میں کہا ۔

"گھبراؤ مت ۔ اگر ایسی بات ہے تو ہم بھی اس دُنیا کے سارے لوگوں ،

سارے شہروں کو تباہ و برباد کر دیں گے۔ ہمارے پاس اتنی طاقت ہے۔ میں تمہارے پاس برازیل آرہا ہوں۔"

یہ کہہ کر طوطم نے وائرلیس بند کر دیا۔



موت کی شُعاعیں

فضائیہ کا طیارہ آہستہ آہستہ ائیرپورٹ پر اُتر رہا تھا۔

گارشا بڑی خوش تھی کہ اس نے ایک بہت بڑا معرکہ سر کرلیا۔ اور زمین پر آئی ہوئی خلائی مخلوق کا اُن کے سیّارے اوٹان سے رابطہ توڑ کر اُنہیں زمین پر تنہا چھوڑ دیا ہے۔ اب وہ اس خلائی مخلوق کا مُقابلہ کر سکتی تھی۔ جہاز رن وے پر دوڑ رہا تھا۔ ائیرپورٹ کے ٹاور میں پروفیسر رضوی، انسپکٹر شہباز

اور سُلطانہ موجود تھے۔ گارشا تھوڑی ہی دیر بعد اُن کے پاس آ گئی اور یہ خوش خبری سُنائی کہ اوٹان سیّارے سے اب نہ کوئی سگنل نیچے آ سکے گا اور نہ کوئی خلائی مخلوق ہی نیچے آ سکے گی۔

"جن ریڈیائی لہروں کی مدد سے وہ خلا میں زمین تک راستہ تلاش کرتے تھے وہ لہریں تباہ کر دی گئی ہیں۔"

انسپکٹر شہباز، سُلطانہ اور پروفیسر رضوی کے چہرے خُوشی سے لال ہو گئے۔ یہ بہت بڑی کامیابی تھی۔ ایک طرح سے اُنھوں نے دُشمن کی سپلائی لائن کو کاٹ کر رکھ دیا تھا۔ اب وہ دُشمن کا مُقابلہ آسانی سے کر سکتے تھے۔ گارشا ایک خلائی مخلوق ہونے کی وجہ سے یہ بات اچھّی طرح جانتی تھی کہ اس کے خلائی ساتھی یعنی طوطم اور اُس کے ساتھی خلائی لاش کی مدد سے اُسے اور سُلطانہ کو ہلاک کرنے کی سر توڑ کوشش کریں گے بلکہ اُنھوں

نے اپنی کوششیں شروع بھی کر دی ہوں گی۔ خلائی لڑکی ہونے کی حیثیت سے گارشا اپنی خلائی مخلوق کی ساری کمزوریوں اور طاقتوں سے واقف تھی۔ سُلطانہ اپنی چھوٹی سی کوٹھی میں رہ جانے کو کہا تو گارشا اُس کی سادگی پر ہنس دی۔ کہنے لگی :

"کیا تُم چاہتی ہو کہ ہم دونوں آسانی سے خلائی لاش اسکالا کے پنجے میں پھنس جائیں ؟"

سُلطانہ نے کہا :

"لیکن خلائی لاش کے بارے میں تو عمران شیبا نے مُجھے بتایا تھا کہ ہر جگہ پہنچ جاتی ہے۔"

گارشا کا چہرہ سنجیدہ ہو گیا۔ وہ کہنے لگی :

"صرف ایک مقام ایک جگہ ایسی ہے کہ جہاں خلائی لاش نہیں پہنچ سکتی اور وہ جگہ مسجد ہے۔ جہاں پانچ وقت اذان کی آواز بُلند ہوتی ہے اور مسلمان نمازادا کرتے ہیں۔"

سُلطانہ تو گارشا کی زبان سے اِس قسم کی بات سُن کر حیران رہ گئی۔ کہنے لگی :

"تمہارا تعلّق تو کسی مذہب سے نہیں ہے۔ پھر تُم نے مسجد کا ذکر کیوں کیا ہے ؟"

گارشا نے کہا۔ "عمران نے مُجھے دین اسلام کے بارے میں بہت کُچھ بتایا ہے۔ میں اسلام سے بہت متاثر ہوں بلکہ میں تو یہ کہوں گی میں نے دینِ اسلام کو دِل سے قبول کر لیا ہے۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ میرے نزدیک صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو فطرت کے تقاضوں کو

پہچانتا ہے اور جو انسان کو فطرت کے مطابق زندگی بسر کرنے کی ہدایت کرتا ہے اور انسان کو فضول توہمات اور چاند ستاروں کی پوجا سے روکتا ہے اور ایک اللہ کا راستہ دکھاتا ہے۔ مُجھے پورا یقین ہے کہ خلائی لاش مسجد کے اندر داخل ہونا تو کُجا وہ مسجد کے قریب بھی نہیں آ سکتی۔ کیوں کہ خلائی لاش ایک شیطانی بُرائی ہے اور کوئی شیطانی برائی اللہ کے گھر کے نزدیک نہیں پھٹک سکتی۔"

گارشا کی زبان سے یہ کلمات سُن کر سُلطانہ کو بے حد مسرّت ہوئی۔ اُس نے کہا:

"اگر ایسی بات ہے تو پھر ہمیں کسی مسجد کے حجرے میں رہنا ہو گا، لیکن مسجد میں عورتیں رہائش نہیں رکھتیں۔ میرا مطلب ہے کہ ہماری مسجدوں میں سوائے امام مسجد کے دوسرا کوئی نہیں رہتا۔"

گارشا بولی۔ "اس بارے میں پروفیسر رضوی اور انسپکٹر شہباز سے مشورہ کیا جا سکتا ہے کہ وہ کوئی راستہ نکال لیں۔"

اُسی روز وہ انسپکٹر شہباز اور پروفیسر رضوی سے ملیں اور یہ بات بیان کی۔ انسپکٹر شہباز بولا:

"ہماری پولیس لائنز کے پیچھے ایک مسجد ہے۔ اس مسجد کے احاطے میں ایک چھوٹا سا کوارٹر بھی ہے جس کے دو کمرے ہیں۔ تُم دونوں اس کوارٹر میں رہ سکتی ہو۔ جب ہم خلائی لاش پر قابو پائیں گے یعنی اسے ختم کر دیں گے تو پھر تُم اپنی کوٹھی میں واپس جا سکتی ہو۔"

گارشا اور سُلطانہ کو یہ تجویز پسند آئی۔ چناں چہ اسی روز سُلطانہ نے اپنا مُختصر سامان اُٹھایا اور پولیس لائنز کی مسجد کے احاطے والے کوارٹر میں آ گئی۔ گارشا بھی اس کے ساتھ تھی۔ شام کو پولیس ہیڈ کوارٹر کے ایک کمرے میں

ان کی خُفیہ میٹنگ ہوئی جس میں گارشا، سُلطانہ، پروفیسر رضوی اور انسپکٹر شہباز شامل تھے۔ یہاں تین گھنٹے کی بحث کے بعد یہ طے پایا کہ سب سے پہلے قبرستان والی خلائی مخلوق کی زیرِ زمین لیبارٹری کو تباہ کیا جائے۔ گارشا سے پروفیسر رضوی نے پوچھا:

"گارشا! کیا تمھیں یقین ہے کہ زمین پر آئی ہوئی خلائی مخلوق کا اپنے سیّارے سے رابطہ ٹوٹ چکا ہے؟"

گارشا نے جواب دیا:

"مُجھے پورا یقین ہے۔ اِس لیے کہ میں نے اس کی تصدیق بھی کر لی فضائیہ کے جدید ترین کمپیوٹر کے وائرلیس سے میں نے اپنے سیّارے سگنل بھیجا تھا جہاں سے سوائے شور و غُل کے دوسری کوئی آواز سُنائی نہیں دی تھی۔ یہ اس حقیقت کا کھُلا ثبوت ہے کہ خلائی مخلوق کا اپنے سیّارے سے

رابطہ ختم ہوگیا۔ ہے۔ اب نہ اُدھر سے کوئی خلائی مخلوق نیچے آ سکتی ہے اور نہ نیچے سے کوئی خلائی آدمی بیم اَپ ہو کر اُوپر جا سکتا ہے۔ وہ ہماری دُنیا میں قید ہیں اور ہمارے رحم و کرم پر ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ اُن کے پاس اِس وقت بھی ہم سے زیادہ طاقت ہے کیوں کہ اُن پر گولی، بم یا آگ اثر نہیں کر سکتی۔"

"پھر ہم اُنہیں کیسے ہلاک کر سکتے ہیں؟" انسپکٹر شہباز نے پوچھا۔ گارشا نے کہا:

"پہلے تو ہمیں خلائی لاش کو تباہ کرنے کی ضرورت ہے۔ کیوں کہ یہی وہ منحوس شے ہے جو ہمارے پیچھے لگی ہوئی ہے۔ اگر وہ مسجد کی وجہ سے ہم تک نہیں پہنچ سکے گی تو دوسرے انسانوں کو ضرور ہلاک کرے گی۔ اس کے پیچھے ظالم طوطم چیف کی خباثت کام کر رہی ہے۔ اب اسے معلوم

ہے کہ وہ اپنے سیّارے پر واپس نہیں جا سکتا اور کسی اعلیٰ دماغ سائنس دان کو بھی اپنے سیّارے پر نہیں پہنچا۔ تو وہ غُصّے میں آ کر انتقام لے گا اور خلائی لاش کے ذریعہ سے ہم دونوں کو چھوڑ کر شہر کی معصوم عورتوں اور بچّوں کو ہلاک کروانا شروع کر دے گا۔ میں اُس کی ذہنیت سے پوری طرح واقف ہوں۔ اِس لیے ضروری ہے کہ سب سے پہلے اس خلائی لاش کو ختم کر دیا جائے۔"

"وہ کیسے ہلاک کی جا سکتی ہے؟" پروفیسر نے پوچھا۔ گارشا نے کہا۔ "خلائی لاش کو تباہ کرنے کی صرف ایک ہی صورت ہے کہ اُس کے مُقابلے کے لیے ہم ایک ایٹمی لاش تیّار کریں۔"

"ایٹمی لاش۔" انسپکٹر شہباز نے سر کھُجاتے ہوئے پوچھا۔ "وہ کیا ہو گی؟ میرا مطلب ہے ایٹمی لاش سے تمہاری کیا مراد ہے؟"

گارشا کہنے لگی :

"آپ لوگوں کو مُجھے ایک ایسے آدمی کی لاش مہیّا کر کے دینی ہو گی جو لا وارث ہو اور جس کو مرے صرف ایک گھنٹہ گزرا ہو اور جو کسی جوان اور طاقت ور آدمی کی لاش ہو۔ ضروری ہے کہ اس لاش کا کوئی وارث نہ ہو۔ اس کے بعد میں آپ کو بتاؤں گی کہ ایٹمی لاش سے میری مراد کیا تھی؟ کیا آپ مُجھے ایک ایسی لاوارث لاش لا کر دے سکتے ہیں؟"

پروفیسر رضوی نے انسپکٹر شہباز کی طرف دیکھا اور کہا :

"انسپکٹر! پولیس کو کئی لاوارث لاشیں ملتی ہیں میرا خیال ہے آپ اس کا بندوبست کر سکتے ہیں۔"

انسپکٹر شہباز کو ایک خیال آ گیا تھا۔ اس نے جلدی سے کہا :

"مجھے یاد آ گیا ہے۔ کل رات ایک ایسے ڈاکو کو پھانسی دی جانے والی ہے جس کا کوئی والی وارث نہیں ہے۔ اُس کی فائل میں نے خود پڑھی ہے۔ بچپن میں اُس کے ماں باپ مر گئے تھے۔ اُس کا کوئی بہن بھائی بھی نہیں ہے۔ کوئی رشتے دار بھی نہیں ہے۔ آج ہی اُس نے اپنی آخری وصیّت میں لکھوایا ہے کہ اُس کی لاش پولیس کے قبرستان میں ہی دفن کر دی جائے کیوں کہ میرا اِس دُنیا میں کوئی نہیں۔ وہ طاقت ور بھی ہے۔ جسم بھی اونچا لمبا ہے۔ ہم اُس کی لاش حاصل کر سکتے ہیں۔"

پروفیسر رضوی بولا۔ "اگر اُس قاتل کی لاش کے ہاتھوں خلائی لاش ہلاک ہو جائے تو سینکڑوں عورتیں بچّے خلائی لاش کا شکار ہونے سے بچ جائیں گے اور ہو سکتا ہے یہ نیکی کا کام اُس قاتل کی روح کے لیے بخشش کا سامان بن جائے۔"

گارشا نے انسپکٹر شہباز سے پوچھا :

”کیا آپ قاتل کی لاش ایک گھنٹے کے اندر اندر اٹامک انرجی لیبارٹری میں پہنچا سکتے ہیں؟ لیبارٹری میں بھی کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہونی چاہیے کہ میں وہاں کیا تجربہ کر رہی ہوں ۔“

انسپکٹر شہباز بولا :

”یہ ہماری قومی سیکورٹی کا مسئلہ ہے ۔ حکومت ہمارا ساتھ دے گی۔ کسی کو نہیں بتایا جائے گا کہ آپ ایک لاش پر تجربہ کر رہی ہیں؟“

”بس ٹھیک ہے ۔“ گارشا نے کہا۔ ”کل کِس وقت قاتل کو پھانسی دی جائے گی؟“

انسپکٹر شہباز نے کہا :

"رات کے تین بجے۔"

گارشا بولی۔ "آپ ایک گھنٹے کے اندر اندر قاتل کی لاش میرے پاس لا سکیں گے؟ مجھے یہ بھی معلوم نہیں کہ اٹامک انرجی کی لیبارٹری کہاں ہے؟"

پروفیسر رضوی نے کہا۔ "یہ لیبارٹری جیل سے زیادہ دُور نہیں ہے۔"

انسپکٹر شہباز نے کہا:

"میں لاش آدھے گھنٹے سے بھی پہلے تمہارے پاس لیبارٹری میں لے آؤں گا۔ تُم اس کی فکر نہ کرو۔ اُس کی میں اپنے افسروں سے اجازت لے لوں گا۔ یہ قومی معاملہ ہے کوئی اعتراض نہیں کرے گا۔"

سُلطانہ نے کہا: "میں بھی تمہارے ساتھ رہوں گی گارشا۔"

گارشا بولی۔ "کیوں نہیں۔ تُم میرے ساتھ ہوگی۔"

آخر طے پایا کہ کل شام کو گارشا اور سُلطانہ کو مسجد کے احاطے والے کوارٹر سے ایک خُفیہ گاڑی میں بٹھا کر اٹامک انرجی کی زیرِ زمین لیبارٹری میں پہنچا دیا جائے جہاں رات کے ساڑھے تین بجے قاتل کی لاش بھی لائی جائے گی تا کہ گارشا اس پر اپنا پُراسرار تجربہ شروع کر سکے۔

دوسرے روز شام کو ایک بند گاڑی آ گئی جس میں گارشا اور سُلطانہ کے ساتھ پروفیسر رضوی بھی بیٹھ گیا۔ اُس نے اٹامک انرجی کمیشن والوں سے ساری بات پہلے ہی سے کر رکھی تھی۔ ایٹمی پروجیکٹ کے باہر ایک سائنس دان اُن کا انتظار کر رہا تھا۔ اُنہیں فوراً تہہ خانے میں پہنچا دیا گیا۔ گارشا نے قاتل کی لاش پر تجربے کی تیاریاں شروع کر دیں۔

اِدھر جب رات کے پونے تین بجے تو قاتل کو نہلایا گیا۔ اُس سے اس کی آخری خواہش پوچھی گئی۔ پھر اس نے وصیّت لکھی اور جیل کے وارڈن

اُسے لے کر پھانسی گھر میں آ گئے۔ ٹھیک تین بجے قاتل کو پھانسی پر لٹکا دیا گیا۔ اس قاتل نے کئی بے گناہوں کا خُون کیا تھا جس کی اسے سزا بھگتنی پڑی۔ انسان اگر شروع ہی سے اللہ اور اُس کے رسولؐ کی دِکھائی ہوئی سیدھی راہ پر چلے تو اُس کا ایسا بھیانک انجام نہیں ہوتا۔ پھر وہ دُنیا میں با عزّت زندگی بسر کرتا ہے۔ ہر کوئی اُس کی عزّت کرتا ہے اور معاشرے میں اُس کا ایک بُلند مُقام بن جاتا ہے۔ اِس لیے ہمیں دُنیا کے لالچ میں نہیں آنا چاہیے اور ہمیشہ اسلام کے اصولوں پر عمل کرتے ہوئے نیک اور با عزّت زندگی بسر کرنی چاہیے تاکہ دُنیا کے ساتھ ساتھ ہماری آخرت بھی اچھّی ہو۔

قاتل کی لاش کو اسی وقت ایٹمی پروجیکٹ کے تہہ خانے میں پہنچا دیا گیا۔ انسپکٹر شہباز لاش کے ساتھ آ گیا تھا۔ گارشا پہلے ہی سے تیّار تھی۔ اُس

نے فوراً لاش کی گردن میں ایک جگہ چاقو سے شگاف ڈالا اور اُس میں بٹن کے برابر ایک خاص ڈسک ڈال دی۔ پھر اُس کے ساتھ لگی ہوئی باریک تار کو ایک اٹامک مشین کے ساتھ لگا کر بٹن دبا دیا۔ لاش کو اُوپر تلے تین زبردست جھٹکے لگے۔ لاش اسٹریچر پر جیسے تڑپنے لگی۔ اگر اسے چمڑے کی پیٹی سے باندھا نہ گیا ہوتا تو وہ اسٹریچر سے نیچے گر پڑتی۔

انسپکٹر شہباز، پروفیسر رضوی اور سائنسدان حیرت بھری نظروں سے گارشا کو لاش پر تجربہ کرتے دیکھ رہے تھے۔ سُلطانہ بھی گارشا کے پاس ہی کھڑی تھی۔ تین جھٹکے کھانے کے بعد لاش بالکل ساکت ہو گئی۔ گارشا نے تار الگ کر کے لاش کی گردن کے شگاف کو ٹانکے لگا کر بند کر دیا۔ پھر وہ کمپیوٹر کے سامنے بیٹھ گئی اور اُنگلیاں چلانی شروع کر دیں۔ کمپیوٹر کی اسکرین پر مختلف فارمولے اُبھر اُبھر کر غائب ہو رہے تھے۔ پندرہ منٹ

تک گارشا یہ کام کرتی رہی۔ اِس کے بعد کمپیوٹر کو بند کر کے اُس نے کُرسی کو پیچھے کھینچا اور انسپکٹر شہباز اور پروفیسر رضوی کی طرف متوجّہ ہو کر کہا:

"ایٹمی لاش خلائی لاش سے مُقابلہ کرنے کے لیے بالکل تیّار ہے۔"

انسپکٹر شہباز کہنے لگا:

"کیا یہ اپنے آپ قبرستان میں جا کہ خلائی لاش پر حملہ کرے گی؟"

گارشا نے جواب دیا:

"اب یہ سب کُچھ اپنے آپ کرے گی۔ اس کی گردن میں جو خاص آلہ پیوست کر دیا گیا ہے اصل میں وہی آلہ سب کام کروائے گا۔"

پروفیسر رضوی نے پوچھا:

"لیکن اِسے کیسے پتا چلے گا کہ خلائی لاش کہاں ہے؟"

گارشا نے کہا۔ "یہ اسے ڈھونڈ نکالے گی۔"

"مگر کیا یہ خلائی لاش کو ختم کر سکے گی؟" سُلطانہ نے سوال کیا۔

گارشا کہنے لگی:

"اگر ایسی بات نہ ہوتی تو میں اسے کبھی یہاں منگوا کر اِس پر تجربہ نہ کرتی۔ آپ لوگ اس کی طاقت کا اندازہ نہیں لگا سکتے۔"

قاتل کی لاش اسٹریچر پر ساکت پڑی تھی۔ اس کی آنکھیں بند تھیں۔ گارشا نے کمپیوٹر کو دوبارہ کھول دیا اور اُس پر کام کرنے لگی۔ پھر بولی:

"ابھی رات کا اندھیرا چاروں طرف پھیلا ہوا ہے۔ دِن نکلنے میں کافی دیر ہے۔ میں اِسے خلائی لاش کے پاس پُرانے قبرستان بھیج رہی ہوں۔"

سُلطانہ نے کہا۔ "واپسی پر اگر دِن نکل آیا تو لوگ اِسے دیکھ کر ڈر جائیں گے۔"

گارشا نے مسکراتے ہوئے کہا:

"سورج نکلنے سے پہلے یہ ایٹمی لاش یہاں آ چُکی ہوگی۔ اِس کی تُم فکر نہ کرو۔"

"مگر قبرستان تو یہاں سے کافی دُور ہے۔" پروفیسر نے کہا۔

گارشا بولی۔ "میں نے قاتل کی لاش پر جو تجربہ کیا ہے اُس نے اِس کی طاقت میں ایک لاکھ گُنا اضافہ کر دیا ہے۔ اِس میں اب کتنی طاقت آ گئی ہے تُم لوگ اِس کا اندازہ نہیں لگا سکتے، مگر تُم اِس کو اپنی آنکھوں سے دیکھ ضرور سکو گے۔"

یہ کہہ کر گارشا نے کمپیوٹر کا ایک خاص بٹن دبا دیا۔ قاتل کی اُلٹی لاش کو ایک

جھٹکا لگا۔ سب سے پہلے لاش کی آنکھیں اپنے آپ کھُل گئیں۔ لاش کی آنکھیں بالکل سفید تھیں۔ وہ اسٹریچر پر اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ پھر اُس نے مشینی آدمی کی طرح وہ پیٹی کھول دی جس کے ساتھ وہ اسٹریچر کے ساتھ بندھی ہوئی تھی۔ ایٹمی لاش اسٹریچر سے اُتر آئی۔ انسپکٹر شہباز سُلطانہ اور پروفیسر رضوی پیچھے ہٹ گئے۔ اُنہیں اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا کہ ایک لاش جو پھانسی پانے کے بعد مر چُکی ہو وہ دوبارہ بھی چل پھر سکتی ہے۔ ایٹمی لاش کی گردن اور آنکھیں بالکل سیدھی تھیں۔ وہ اسٹریچر پر سے اُٹھنے کے بعد تہہ خانے کے دروازے میں سے نکل گئی۔ گارشا نے کمپیوٹر کے قریب آ جانے کا مشورہ دیا۔ کیوں کہ ایٹمی لاش اب کمپیوٹر اسکرین پر دِکھائی دینے لگی تھی۔ ایٹمی لاش رات کی تاریکی میں ایٹمی کمیشن کے احاطے سے نکل کر پرانے قبرستان کو جاتی سڑک پر آ گئی۔ سب کی نظریں کمپیوٹر کی

اسکرین پر ایٹمی لاش کو پُرانے قبرستان کی طرف جاتے دیکھ رہی تھیں۔

وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ ایٹمی لاش طوفانی رفتار کے ساتھ جا رہی تھی۔ جیسے ہوا میں اُڑ رہی ہو۔ ایک منٹ سے بھی کم وقت میں ایٹمی لاش پرانے قبرستان میں پہنچ گئی۔ وہ سیدھی اس قبر کی طرف گئی جس کے اندر خلائی لاش تابوت میں بند پڑی تھی۔ خلائی لاش کو تابوت میں سخت بے چینی محسوس ہوئی۔ تابوت گرم ہونا شروع ہو گیا۔ یہ ایٹمی لاش کی گردن میں لگی ہوئی ایٹمی ڈسک کا اثر تھا۔ اُس میں سے نظر نہ آنے والی ایسی ہلاکت خیز گرم شعاعیں نِکل رہی تھیں جو خلائی لاش کے جسم کے لیے ہمیشہ کی موت کا پیغام تھیں۔ اگر گارشا نے ایک خاص کیپسول نہ نگل رکھا ہوتا تو اِس ایٹمی ڈسک کی گرمی سے وہ خود بھی پگھل کر ہلاک ہو جاتی۔ یہ ایٹمی ڈسک اور اُس کی ہلاکت خیز شُعاعیں صرف اوٹان سیّارے کی خلائی مخلوق کو ہی تباہ کر

سکتی تھیں۔

خلائی لاش کا تابوت سخت گرم ہو گیا۔ خلائی لاش گھبرا کر قبر تے باہر نکل آئی۔ قبرستان کے اندھیرے میں اس کے سامنے قاتل کی ایٹمی لاش کھڑی اسے گھور رہی تھی۔ خلائی لاش جوں ہی ایٹمی لاش کی طرف بڑھی اس کا جسم گرم ہو کر سُلگنے لگا۔ خلائی لاش کے حلق سے بھیانک چیخ نکلی اور وہ ٹیلے کے نیچے خلائی مخلوق کے خُفیہ ٹھکانے کی طرف بھاگی جہاں طوطم چیف اپنے تین خلائی ساتھیوں کے پاس بیٹھا اپنے سیّارے سے رابطہ پیدا کرنے کی آخری کوشش کر رہا تھا۔

طوطم چیف نے بھی اپنی لیبارٹری کی فضا میں گرمی محسوس کی۔ اُس نے اپنے خلائی ساتھی سے کہا:

"لگتا ہے ہماری تباہی کا وقت آ گیا ہے۔ گارشا ہم پر ہمارا ہی ہتھیار

استعمال کر رہی ہے یہاں سے باہر نکلو۔"

وہ لیبارٹری کو ویسا ہی کھُلا چھوڑ کر راہ داری میں سے دوڑتے ہوئے تہہ خانے کے شگاف کے پاس آ گئے۔ دوسری طرف خلائی لاش جان بچانے کی کوشش میں شگاف کی طرف بھاگی آ رہی تھی۔ ابھی لاش اُس کے پیچھے پیچھے تھی، اُس کی ایٹمی ڈسک کی شُعاعوں میں تیزی آ گئی تھی۔ یہ تیزی اور گرمی گارشا کمپیوٹر کے سگنل کی مدد سے پیدا کر رہی تھی۔ اس نے پروفیسر سے کہا:

"یہ اچھّی بات ہے۔ خلائی لاش خُفیہ لیبارٹری کی طرف بھاگ رہی ہے۔ آج طوطم اور اس کے ساتھیوں کا بھی صفایا ہو جائے گا۔"

خلائی لاش کے جسم سے دھواں نکلنے لگا تھا۔ وہ لڑکھڑا رہی تھی اور پھر ٹیلے کے شگاف کے قریب پہنچ کر اُس کا جسم ایٹمی شُعاعوں کی حرارت سے

پگھل کر پانی بن کر بہہ گیا۔ تہہ خانے کی راہ داری میں جیسے آگ سی لگ گئی تھی۔ طوطم چیف اور اُس کے ساتھیوں کے جسم بھی سُلگنے لگے تھے۔ بٹن دبانے سے ٹیلے کا شگاف کھُل گیا۔ جُوں ہی طوطم چیف اپنے ساتھیوں کے ہمراہ شگاف سے باہر نکلا اُس نے ایٹمی لاش کو سامنے کھڑا پایا۔ لاش کے جسم میں سے ہلاکت خیز آگ سے بھی زیادہ گرم شُعاعوں کی بوچھاڑ اُن پر پڑی اور سب سے پہلے طوطم چیف کے جسم کو آگ لگ گئی اور وہ دھواں سا بن کر پگھلنے لگا۔ وہ زمین پر گِر کر تڑپ رہا تھا۔ اُس کے تینوں خلائی ساتھی بھی تڑپنے لگے تھے۔ دوسرے لمحے اُن چاروں کی لاشیں پگھل کر پانی بن کر بہہ چکی تھیں۔

گارشا نے خُوشی کا نعرہ لگایا اور کہا :

"دُشمن کو ختم کر دیا گیا۔ اب ہمارے اس ملک میں اوٹان سیّارے کی کوئی

مخلوق باقی نہیں رہی۔"

سُلطانہ بولی۔ "لیکن برازیل میں ابھی شوگن اور اُس کے ساتھی باقی ہیں۔ وہ ہمارے مُلک کو نقصان پہنچا سکتے ہیں؟"

گارشا نے کہا۔ "وہ بھی ہلاک کر دیے جائیں گے۔"

اِس کے ساتھ ہی گارشا نے ایٹمی لاش کو واپس بُلا لیا۔ ایٹمی لاش جس تیزی سے قبرستان کی طرف گئی تھی اُسی تیزی سے واپس ایٹمی پروجیکٹ کے تہہ خانے میں آ گئی۔ گارشا نے لاش کو اسٹریچر پر لِٹا کر باندھ دیا اور پروفیسر رضوی سے کہا:

"یہ لاش اِسی جگہ رہے گی۔ اوٹان سیّارے کی انسان دُشمن مخلوق کے خلاف یہی ایٹمی لاش ہمارا سب سے بڑا ایٹم بم ہے۔ اِس کی پوری

حفاظت کی جائے۔"

پروفیسر رضوی نے کہا۔ "ایسا ہی ہوگا۔"

گارشا نے انسپکٹر شہباز کی طرف متوجّہ ہو کر کہا:

"انسپکٹر اب آپ طوطم چیف کی خُفیہ لیبارٹری کو ڈائنامیٹ لگا کر اُڑا سکتے ہیں۔"

انسپکٹر شہباز کے ہونٹوں پر فتح کی مُسکراہٹ تھی۔

لاشیں پانی بن کر بہہ گئیں

لیکن وہ ایک بات سے بے خبر تھے۔

وہ بات یہ تھی کہ برازیل کے خُفیہ خلائی پروجیکٹ سے شوگن وہاں پہنچنے ہی والا تھا۔ جب شوگن پر یہ بھیانک حقیقت کھُلی کہ اُن کا اپنے سیّارے اوٹان سے رابطہ ختم ہوگیا اور وہ دُنیا کے سیّارے پر اکیلے رہ گئے ہیں تو شوگن نے فوراً پاکستان میں خلائی چیف طوطم سے رابطہ پیدا کیا جس نے اُسے بتایا

کہ اوٹان سے ہمارا رابطہ اب ہمیشہ کے لیے ختم ہو چکا ہے اور یہ ساری کارستانی گارشا کی ہے۔ کیوں کہ وہی اِس راز سے واقف ہے کہ ہمیں کس طرح اپنے سیّارے سے کاٹا جا سکتا ہے۔ شوگن نے کہا کہ میں تمہارے پاس آرہا ہوں۔ جس رات ایٹمی لاش کی مدد سے گارشا نے خلائی لاش کے ساتھ ہی ساتھ طوطم چیف اور اُس کے تینوں ساتھیوں کو بھی ہلاک کیا اُسی رات کی صُبح کو شوگن وہاں پہنچ گیا۔ پرانے قبرستان نکل کر خُفیہ خلائی تہہ خانے کی طرف جاتے ہوئے اُسے فضا میں کُچھ ناگوار سی بُو محسوس ہوئی۔ ساتھ ہی اپنے جسم سے ایک ایٹمی شُعاعوں کی تاب کاری کی لہریں ٹکراتی محسوس ہوئیں۔ چوں کہ وہ خلائی مخلوق تھی۔ فوراً اُس کا ماتھا ٹھنکا کہ دال میں کُچھ کالا ہے۔



خفیہ لیبارٹری میں جانے کا راستہ اُسے معلوم تھا۔ وہ شگاف میں سے سُرنگ میں آیا تو وہاں بھی اسے ایسی ہی تاب کاری کا احساس ہوا۔ ساری لیبارٹری خالی پڑی تھی۔ وہاں نہ طوطم چیف تھا اور نہ اُس کے ساتھی ہی تھے۔ شوگن نے ہر کمرے میں اُنہیں تلاش کیا، مگر وہ نہ ملے۔ اُسے کیا معلوم کہ جن کی اسے تلاش ہے اُن کی لاشیں شگاف کے باہر پانی بن کر بہہ چُکی ہیں۔ یہ اُن لاشوں کے پانی سے اُٹھنے والی تاب کاری تھی جس کی لہروں کو شوگن نے محسوس کرلیا تھا۔ دِن نکل آیا تھا۔ شوگن دِن کی روشنی میں وہاں سے باہر نہیں نکلنا چاہتا تھا۔ چناں چہ وہ سُرنگ کے اندر آخری لیبارٹری میں بیٹھ گیا اور سوچنے لگا کہ طوطم چیف اور اُس کے ساتھیوں کو ضرور گارشا نے ہلاک کر ڈالا ہے۔

شوگن نے جلدی سے کمپیوٹر چلا دیا اور خلائی لاش کو سگنل دیا۔ مگر خلائی

لاش کا تابوت تو خالی تھا۔ لاش کہاں سے نکلتی۔ جب کئی بار سگنل دینے کے باوجود خلائی لاش قبر سے باہر نہ نکلی تو شوگن سمجھ گیا کہ اُن کا تختہ اُلٹ دیا گیا۔ اور گارشا کا حملہ کام یاب ہو گیا۔ شوگن کا دماغ تیزی سے غور کرنے لگا کہ گارشا کو کس طرح سے ختم کیا جا سکتا ہے۔ اُسے اب بھی اُمّید تھی کہ وہ اپنے سیّارے کے گریٹ کنگ اور طرطوش سے رابطہ پیدا کرنے میں کام یاب ہو جائے گا۔ اُس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ برازیل والے خُفیہ پروجیکٹ سے وہ خلائی آدمی یہاں منگوا کر اُنہیں اِس مُلک کو تباہ کرنے کے احکام دے دے گا۔ وہ چھوٹی سی لیبارٹری میں اکیلا بیٹھا یہی کُچھ سوچ رہا تھا۔ اُس نے برازیل میں وائرلیس پر رابطہ پیدا کر کے اپنے ساتھی مارگن کو سارے حالات بتا دیے اور کہا کہ میں رات کو روانہ ہو کر اگلے روز رات کو اُس کے پاس پہنچ جاؤں گا۔

اُس وقت انسپکٹر پولیس شہباز اپنے ساتھ پولیس کے کمانڈوز کا ایک دستہ لے کر ٹیلے کے شگاف کے باہر جیپ نیچے اُترا اور اُس نے کمانڈوز سے کہا کہ شگاف کے اندر جو کُچھ بھی ہے اُسے تباہ کر دیا جائے۔ پولیس کے کمانڈر ہر قسم کے تباہ کُن سامان ساتھ لے کر آتے تھے۔ اُنھوں نے آتے ہی اُس جگہ بارود لگا دیا جو گارشا نے اُنھیں بتا رکھی تھی کہ وہاں لیبارٹری کا خُفیہ دروازہ ہے۔ ایک دھماکہ ہوا اور ٹیلے میں شگاف کھُل گیا۔ اُس کے ساتھ ہی کمانڈوز نے سُرنگ میں داخل ہو کر جگہ جگہ زبردست دھماکوں والے بارود کی چھڑیاں لگا دیں اور باہر آ کر ہینڈل دبا دیا۔ سُرنگ میں دھماکے ہونے لگے۔ پہلا دھماکہ ہوا تو شوگن گھبرا کر اُٹھا۔ وہ سمجھ گیا کہ اُن کی لیبارٹری کو تباہ کیا جا رہا ہے۔ ابھی وہ کمرے سے باہر نکلا ہی تھا کہ دوسرے دھماکے شروع ہو گئے۔ وہ دوڑ کر کمرے کے نیچے تنگ و

تاریک حفاظتی تہہ خانے میں چلا گیا۔ اُوپر دھماکے ہو رہے تھے۔ ساری خلائی لیبارٹری تباہ و برباد ہو گئی۔ انسپکٹر شہباز بابر کھڑا اُس آپریشن کی نگرانی کر رہا تھا۔ جب اُنہیں یقین ہو گیا کہ خلائی لیبارٹری میں اب کُچھ باقی نہیں بچا اور آدھا ٹیلہ ڈھے کر گر پڑا ہے اور سُرنگ مٹّی پتھرّوں سے بھر گئی ہے تو وہ کمانڈو دستے کو ساتھ لے کر واپس چلا گیا۔ گارشا اور سُلطانہ کو یہ خوش خبری دی تو وہ بھی مُطمئن ہو گئیں۔ سُلطانہ نے کہا:

"کم از کم ہمارے ملک سے خلائی مخلوق کا خطرناک وجود ختم ہو گیا ہے۔ اب ان کی ایک ٹولی صرف برازیل میں باقی رہ گئی ہے جو ہمیں نقصان نہیں پہنچا سکتی۔"

گارشا نے آنکھیں سکیڑ کر کہا:

"ایسا مت کہو۔ کیوں کہ وہاں شوگن بیٹھا ہے جو بڑا خطرناک خلائی سائنس دان

ہے۔ جب تک وہ باقی ہے ہمیں پوری طرح سے اطمینان نہیں ہو سکتا۔ اگرچہ اِس مخلوق کو اب اپنے سیّارے سے کوئی مدد نہیں مل سکتی، لیکن اِس کے باوجود شوگن میں اتنی طاقت ہے کہ وہ یہاں آکر ہم سے اِس تباہی اور طوطم کی ہلاکت کا بدلہ لے سکے۔ اس لیے ہمیں پہلے ہی سے مُقابلے کے لیے تیّار رہنا ہوگا۔"

انسپکٹر شہباز نے کُچھ سوچ کر کہا :

"کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ ہم برازیل جا کر شوگن اور اُس کے ساتھیوں کو بھی ہمیشہ کے لیے ختم کر دیں ؟"

یہی سوال سُلطانہ اور پروفیسر رضوی کے ذہن میں بھی تھا۔ وہ گارشا کی طرف دیکھنے لگے۔ گارشا بولی :

"اِس کے لیے ہمیں برازیل کی حکومت کو حالات کی نزاکت کا احساس دِلا کر اُس سے باقاعدہ اجازت لینی ہوگی؟"

"برازیل کی حکومت تو بڑی خُوشی سے اجازت دے گی۔" پروفیسر رضوی نے کہا۔ "کیوں کہ شوگن اور اُس کی ساتھی خلائی مخلوق خود برازیل کے لوگوں کے لیے تباہی کا باعث بن سکتے ہیں۔"

انسپکٹر شہباز نے کہا:

"میں آج ہی افسرانِ بالا سے بات کر کے برازیل کے سفیر سے بات چیت شروع کرواتا ہوں۔"

گارشا کسی گہری سوچ میں تھی۔ انسپکٹر شہباز اور پروفیسر رضوی گارشا سے اجازت لے کر چلے گئے۔ سُلطانہ کو بھی اپنے کالج جانا تھا۔ اب اُس نے

اپنی کوٹھی میں رہنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ وہ گارشا کو بھی ساتھ لے جانا چاہتی تھی کیوں کہ خلائی لاش اور طوطم چیف کا خاتمہ ہو چکا تھا مگر گارشا نے کہا :

"میں ابھی اٹامک انرجی کمیشن کے اِس تہہ خانے میں ہی رہنا چاہتی ہوں۔ مُجھے شوگن کی طرف سے خطرہ ہے۔ اگر اُس نے مُجھے ہلاک کر دیا تو پھر اِس ساری زمین پر ایسا کوئی نہیں ہے جو اُس کی تباہ کاریوں کا مُقابلہ کر سکے۔"

سُلطانہ چلی گئی۔ گارشا گہری سوچ میں ڈوب گئی۔

اُدھر جب زیرِ زمین لیبارٹری کی سُرنگ میں دھماکے ختم ہو گئے تو شوگن نچلے تہہ خانے سے نکل کر اُوپر آیا تو دیکھا کہ ملبے سے آدھی سُرنگ بھری ہوئی ہے۔ لیبارٹری تباہ ہو چکی ہے۔ کُچھ بھی باقی نہیں رہا۔ اُسے باہر نکلنے کی پریشانی نہیں تھی۔ اور یہ بھی خطرہ نہیں تھا کہ آکسیجن نہ ملنے سے وہ مر جائے گا۔ کیوں کہ وہ آکسیجن کے بغیر بھی جب تک چاہے وہاں زندہ رہ

سکتا تھا۔ اُسے معلوم تھا کہ ابھی باہر دِن کی روشنی پھیلی ہوئی ہے۔ وہ رات کے وقت باہر نکل کر گارشا کا سُراغ لگانا چاہتا تھا تاکہ کسی طریقے اُسے ہلاک کر کے اپنے راستے کی سب سے بڑی رکاوٹ کو ہمیشہ کے لیے دُور کر دیا جائے۔ اِس کے بعد وہ اپنے خلائی ساتھیوں کی مدد سے زمین کے انسانوں سے اپنے طوطم چیف کی ہلاکت اور اپنے سیّارے سے کٹ جانے کا بدلہ لے سکتا تھا اور دُنیا کی کوئی توپ کوئی بم اُس کا مُقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔

شوگن کی کلائی پر گھڑی بندھی تھی۔ اُس نے وقت پر نگاہ رکھی اور تہہ خانے میں آ کر بیٹھ گیا۔ جب گھڑی نے اسے بتایا کہ باہر رات کا اندھیرا چھا گیا ہے تو وہ تہہ خانے سے نکل کر اُوپر ملبے سے بھری ہوئی سُرنگ میں آیا۔ یہی وہ سُرنگ تھی جو خُفیہ کمین گاہ کے شگاف تک جاتی تھی۔ مگر وہ

شگاف اب ڈھے کر ملبے کا ڈھیر بن چُکا تھا۔ شوگن نے سُرنگ کی دیوار کے پتھرّوں کو نکالنا شروع کر دیا۔ اُس کا طاقت ور خلائی ہاتھ کُدال کی طرح چل رہا تھا۔ دیکھتے دیکھتے دیوار میں شگاف بن گیا۔ شوگن اِسی طرح پتھرّ نکالتا آگے بڑھتا گیا۔ دس منٹ کی محنت کے بعد وہ ٹیلے کے ملبے میں سے نکل کر باہر کھُلی فضا میں آ گیا۔ آسمان تاروں سے بھرا ہوا تھا۔ فضا میں خُنکی تھی۔ سامنے قبرستان پر موت کا سنّاٹا چھایا تھا۔ شوگن سیدھا قبرستان میں خلائی لاش کی قبر کی طرف گیا۔ اُس نے قبر کی مٹّی ہٹا کر تابوت کو دیکھا کہ تابوت خالی پڑا ہے۔ اُسے یقین ہو گیا کہ خلائی لاش کو بھی گارشا نے ایٹمی تاب کاری سے ہلاک کر ڈالا ہے۔ شوگن نے غُصّے سے ہونٹ کاٹتے ہوئے اپنے آپ سے کہا:

"گارشا! اب تو شوگن کے انتقام کی آگ سے نہیں بچ سکتی۔"

اِس قبرستان میں ایک پرانی تاریخی پُختہ چبوترے والی قبر بھی تھی جس کا چبوترہ ایک طرف سے ڈھے گیا تھا۔ اُس جگہ پتھرّوں میں سے چبوترے کے نیچے ایک تنگ راستہ جاتا تھا۔ شوگن کو معلوم تھا کہ طوطم چیف نے ہنگامی حالات میں چھُپنے کے لیے اِس جگہ ایک خُفیہ ٹھکانہ بنا رکھا تھا۔ طوطم کواِس جگہ آنے کی مہلت ہی نہیں ملی تھی۔ رات اندھیری تھی، مگر خلائی مخلوق شوگن کو اندھیرے میں سب کُچھ نظر آ رہا تھا۔ اُس نے پتھرّوں اور اُونچی اُونچی گھاس کو ایک طرف ہٹایا اور چبوترے کے اندر اُتر گیا۔ چبوترے کے اندر ایک تابوت پڑا تھا۔ یہ تابوت لوہے کا تھا اور اُسے زنگ لگ چکا تھا۔ یہ بڑا پرانا تابوت تھا اور اُس میں مُردے کی ہڈّیوں کے سوا اور کُچھ نہیں تھا۔ تابوت کی پائنتی کی جانب سے ایک تنگ تاریک زینہ تہہ خانے میں جاتا تھا۔ شوگن زینہ اُتر کر تہہ خانے میں آ گیا۔ یہاں ایک

خلائی ٹارچ پڑی تھی۔ شوگن نے اُسے روشن کر دیا۔ شوگن تہہ خانے میں طوطم چیف کے ساتھ پہلے بھی کئی بار آچکا تھا۔ اِسی جگہ ایک چھوٹا سا ریڈیو ٹرانسمیٹر بھی رکھا تھا تاکہ ہنگامی حالات میں اپنے سیّارے کو سگنل بھیجا جا سکے۔ لیکن اب تو شوگن کے سیّارے سے رابطہ ہی ٹوٹ گیا تھا۔ لیکن وہ سیّارہ زمین کی فضا میں جس جگہ چاہیے سگنل بھیج سکتا تھا۔

اُس نے سب سے پہلے اپنے برازیل والے زیرِزمین پہاڑی خلائی مرکز میں اپنے ساتھی مارگن کو سگنل دیا اور اُسے سارے حالات بتائے کہ پرانے قبرستان والی لیبارٹری تباہ ہو چُکی ہے۔ یہاں کے سارے خلائی ساتھی گارشا نے ہلاک کر دیئے ہیں اور میں قبرستان کے ہنگامی تہہ خانے میں بیٹھا یہ سگنل بھیج رہا ہوں۔ دوسری طرف سے خلائی مخلوق اور اسسٹنٹ سائنس داں مارگن نے کہا :

"چیف! گارشا غدّار ہے۔ اُس نے غدّاری کی ہے۔ ہم چاہے خود اپنے سیّارے پر اب کبھی نہ پہنچ سکیں مگر ہم گارشا کو زندہ نہیں چھوڑیں گے اور شیبا اور عمران کو بھی ہلاک کر دیں گے اور اِس دُنیا کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے۔"

"ایسا ہی کریں گے مارگن! بس تُم تیّار رہو۔" شوگن نے ریڈیو ٹرانسمیٹر پر اپنی خلائی زبان میں جواب دیا۔ "ہو سکتا ہے تمھیں کُچھ دِنوں کے لیے میرے پاس یہاں پُرانے قبرستان میں آنا پڑے۔"

"تُم جس وقت اشارہ کرو گے میں پہنچ جاؤں گا۔" مارگن نے کہا۔

شوگن کہنے لگا:

"مارگن! طوطم چیف نے مرنے سے ایک روز پہلے مُجھ سے وائرلیس پر

بات کی تھی اور کہا تھا کہ عمران اور شیبا واپس اِس دُنیا میں نہیں پہنچے۔ صرف گارشا اور سُلطانہ ہی فرار ہونے میں کام یاب ہوئی ہیں۔ تمہارا کیا خیال ہے کیوں کر شیبا اور عمران پاکستان نہیں پہنچ سکے۔ کیا وہ ابھی تک کسی خلائی سیّارے میں بھٹک رہے ہوں گے۔"

مارگن نے کہا:

"چیف! گریٹ کنگ کی اِطّلاع کے مطابق ہمارے سیّارے اوٹان سے گارشا اُن سب کو لے کر فرار ہوئی تھی۔ اب راستے میں اگر شیبا اور عمران اُن سے بچھڑ گئے ہوں تو نہیں کہا جا سکتا۔"

شوگن بولا۔ "ٹھیک ہے۔ پہلے گارشا سے نمٹ لیں پھر شیبا اور عمران سے بھی سمجھ لیں گے۔ میں نے گریٹ کنگ کی قسم کھائی ہے کہ طوطم کی قاتل غدّار گارشا کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

"میں تمہارے ساتھ ہوں چیف شوگن! تُم فارمولا نمبر آٹھ پر عمل کرتے ہوئے اُسے ختم کر سکتے ہو۔" مارگن نے مشورہ دیا۔ شوگن بولا۔ "مگر اِس فارمولے کا توڑ گارشا جانتی ہے۔ مُجھے کُچھ اور سوچنا پڑے گا۔ تُم فکر نہ کرو۔ وہ مُجھ سے بچ نہیں سکے گی۔ میں ابھی چبوترے والے تہہ خانے میں ہوں۔ تُم یہاں اِسی فریکونسی پر مُجھ سے رابطہ قائم کر سکتے ہو۔"

اِس کے بعد شوگن نے ریڈیو ٹرانسمیٹر بند کر دیا اور گارشا کو ختم کرنے کے منصوبوں پر غور کرنے لگا۔

اب ہم اِن لوگوں کو پاکستان میں ہی چھوڑ کر تھوڑی دیر کے لیے عمران اور شیبا کے پاس چلتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ وہ کِس حال میں ہیں۔ یہ تو آپ پڑھ چکے ہیں کہ بُوڑھے گال کی اسکرین پر جب سکندرِ اعظم کے زمانے کے واقعات گُزر رہے تھے تو شیبا نے جنگل میں ایک نہر دیکھی جس میں ایک

لڑکی غوطے کھا رہی تھی۔ شیبا سے نہ رہا گیا اور اسے بچانے کے لیے بڑھی تو ٹھوکر کھا کر اسکرین میں گِر پڑی اور سکندرِاعظم کے زمانے میں پہنچ گئی۔ اِس کے بعد عمران نے گھبراہٹ میں کمپیوٹر کو بند کر دیا۔ کمپیوٹر کو دوبارہ کھولا تو وہاں ایک جنگل تھا۔ عمران شیبا کے لیے سخت پریشان ہو گیا اور اس نے بھی اسکرین میں چھلانگ لگا دی کہ جس طرح بھی ہو شیبا کو وہاں سے نکال کر لے آئے۔ مگر اُنہیں معلوم ہی نہیں تھا کہ وہ ایک ایسے زمانے اور ایک ایسی دُنیا میں آ گئے ہیں کہ جہاں سے واپسی تقریباً نا مُمکن تھی۔ شیبا، عمران سے تھوڑی دیر پہلے اِسی جنگل کی ایک نہر میں جا گِری جس میں لڑکی غوطے کھا رہی تھی۔ اس نے لڑکی کو نہر سے نکال لیا۔ لڑکی نے کسی عجیب زبان میں کا شکریہ ادا کیا اور بھاگ گئی۔ شیبا پھٹی پھٹی آنکھوں سے اپنے اِردگرد تکنے لگی کہ وہ کہاں آ گئی ہے۔ اتنا اُسے معلوم ہو

گیا تھا کہ وہ سکندرِ اعظم کا زمانہ ہے۔ تھوڑی دیر پہلے وہاں سے سکندرِ اعظم کی یونانی فوج گزری تھی۔ وہ نہر کے کنارے بیٹھ گئی۔ یہاں نہر کے ساتھ ساتھ کھجور کے درخت اُگے ہوئے تھے جن میں لال لال پکی ہوئی کھجوریں لگی تھیں۔ کہیں کہیں سرو کے درخت بھی تھے۔ شیبا کالج کی اسٹوڈنٹ تھی۔ تاریخ سے اُسے پوری واقفیت تھی۔ مگر ابھی تک اُسے یہ معلوم نہیں ہو سکا تھا کہ وہ کِس مُلک میں ہے اور سکندر کی فوجیں کِس مُلک کو فتح کرنے جا رہی تھیں۔ وہ جانتی تھی کہ سکندرِ اعظم نے ایران اور مِصر اور پھر بابل اور شمالی ہندستان کے کُچھ علاقے کو فتح کیا تھا۔ وہ اپنے اندر ایک عجیب جذباتی کھلبلی سی محسوس کر رہی تھی کہ وہ ۱۹۹۰ کے زمانے سے نکل کر ڈھائی ہزار قبل از مسیح کے زمانے میں پہنچ گئی ہے۔ اتنے میں اُسے سرو کے درختوں میں کسی آدمی کا سایہ نظر آیا۔ شیبا جھاڑیوں میں چھپ گئی کہ

کہیں یہ کوئی ڈاکو وغیرہ نہ ہو۔ مگر وہ عمران تھا۔ عمران کو دیکھ کر شیبا بے حد خوش ہوئی۔ عمران نے بھی شیبا کو دیکھا تو بھاگ کر اس کے پاس آگیا۔

"شیبا! اللہ کا شکر ہے کہ تُم مل گئیں۔"

"مگر عمران یہ ہم کہاں آ گئے ہیں؟" شیبا نے اُداس لہجے میں کہا۔

عمران نے چاروں طرف جنگل اور چھوٹے چھوٹے ٹیلوں پر نگاہ ڈالی اور بولا:

"شیبا! یہ تو تُم بھی جانتی ہو کہ ہم اپنے ۱۹۹۰ء کے زمانے سے نکل کر تقریباً سوا دو ہزار سال قبل از مسیح کے زمانے میں آ گئے ہیں اور سکندرِ اعظم کا زمانہ ہے۔ اب یہ معلوم نہیں ہے کہ یہ علاقہ کون سا ہے۔ اِن درختوں کو دیکھ کر تو ایسا لگتا ہے کہ ہم مِصر یا شام کے علاقے میں ہیں۔"

شیبا جیسے کچھ سُن رہی تھی۔ عمران کی طرف دیکھ کر بولی :

"عمران! کیا اب ہم کبھی اپنے ڈیڈی ممّی کے پاس نہ جا سکیں گے۔"

عمران وہیں بیٹھ گیا، پھر شیبا کو کہنے لگا :

"شیبا! ایک بات میں تُم پر واضح کرنی ضروری سمجھتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ ہمیں اِس حقیقت کو تسلیم کر لینا چاہیے کہ ہم تاریخ کے قدیم ترین عہد میں نکل آئے ہیں۔ دوسری بات یہ کہ جب تک ہم تاریخ کے پرانے زمانے میں ہیں ہم نہ تو بُوڑھے ہوں گے اور نہ ہی مریں گے کیوں کہ ہم گُزرتے ہوئے زمانے کے ساتھ آگے بڑھ رہے ہیں۔ چناں چہ جب تک ہم ۲۵۰ قبل از مسیح سے ۱۹۹۰ عیسوی سَن تک نہیں پہنچیں گے نہ تو ہماری عُمر بڑھے گی اور نہ ہم مر سکیں گے۔"

شیبا نے مایوسی کے ساتھ سر جھُکا دیا اور بولی :

"ایسی زندگی کا کیا فائدہ کہ ہم اپنے گھر اپنے وطن اور اپنے ماں باپ سے جُدا ہو گئے ہیں۔"

عمران نے کہا :

"شیبا : اگر تُم اِسی طرح کی مایوسی کی باتیں کرتی رہیں تو ہم کُچھ نہ کر سکیں گے۔ ہو سکتا ہے کہ ہمیں تاریخ کے اِس سفر میں کسی موڑ پر کوئی ایسا شخص مل جائے جو ہمیں واپس اپنے زمانے میں اپنے ماں باپ کے پاس پہنچا دے۔"

شیبا نے ٹھنڈا سانس بھر کر کہا :

"کاش ایسا ہو سکے۔"

عمران اُٹھ کھڑا ہوا۔ کہنے لگا :

"ان شاء اللہ ایسا ضرور ہو گا۔ میں اللہ کی رحمت سے کبھی مایوس نہیں ہوا۔ میرا دِل گواہی دیتا ہے کہ ہم بہت جلد واپس اپنے زمانے میں، اپنے وطن پہنچ جائیں گے۔"

"اللہ تمہاری زبان مبارک کرے۔"

یہ کہہ کر شیبا بھی اُٹھ کھڑی ہوئی۔ عمران کی باتوں سے جیسے اُس کی روح کو ایک نئی طاقت مل گئی تھی۔ وہ ٹیلوں کے درمیان آئی ہوئی جھاڑیوں میں چلنے لگے۔ عمران نے کہا کہ سب سے پہلے تو ہمیں یہ معلوم کرنا ہے کہ یہ کون سا مُلک ہے۔ دوسرے رات بسر کرنے کے لیے کوئی ٹھکانہ تلاش کرنا ہو گا۔ کام تلاش کرنے کی ضرورت نہیں کیوں کہ ہمیں بھوک پیاس ہی نہیں لگے گی۔ اِس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ہم ابھی مر نہیں سکتے۔

شیبا ہاں میں سر ہلاتی جا رہی تھی۔ ایک دم اُس نے عمران کا بازو پکڑ کر نیچے بٹھا لیا اور بولی :

"ایک گھڑ سوار اِدھر آ رہا ہے۔"

عمران جلدی سے جھاڑیوں میں بیٹھ گیا، مگر گھڑ سوار نے اِن دونوں کو دیکھ لیا تھا۔ وہ گھوڑا دوڑاتا سیدھا اِن کی طرف ہی آ رہا تھا۔

عمران زندہ دفن ہو گیا

گھڑسوار یونانی سپاہی تھا۔

وہ شیبا اور عمران کے سر پر پہنچ گیا اور تلوار کھینچ کر اپنی یونانی زبان میں بولا:

"کون ہو تُم؟"

شیبا اور عمران یونانی زبان بھلا کیسے سمجھ سکتے تھے۔ عمران نے اپنی اُردو

زبان میں کہا :

"ہم بہن بھائی ہیں۔ جنگل میں راستہ بھول گئے ہیں۔"

اُن کی اُردُو زبان یونانی سپاہی کی سمجھ میں نہ آئی۔ اس نے کڑک کر کہا۔

"چلو، آگے آگے چلو!"

تلوار کے اشارے سے عمران سمجھ گیا کہ وہ اُنہیں ساتھ چلنے کو کہہ رہا ہے۔

شیبا نے عمران سے کہا :

"اب کیا کریں؟"

عمران بولا :

"خاموشی سے اِس کے ساتھ چل پڑو۔ آگے جو ہوگا دیکھا جائے گا۔"

اور وہ خاموشی سے یونانی سپاہی کے گھوڑے کے آگے آگے چل پڑے۔ ٹیلے کی اوٹ سے نکلے تو وہاں کُچھ اور یونانی سپاہی گھوڑوں پر سوار چلے آرہے تھے۔ یونانی سپاہی نے بُلند آواز میں اپنے ساتھیوں سے کہا :

"یہ دونوں مُجھے ایرانی فوج کے جاسُوس لگتے ہیں جو ہماری فوج کی جاسُوسی کرنے بھیجے گئے ہیں۔"

ایک یونانی گھڑ سوار نے جو اُن کا افسر لگتا تھا غور سے شیبا اور عمران کی طرف دیکھا اور رعب دار آواز میں پوچھا :

"کون ہو تُم ؟"

عمران نے اُردُو زبان میں اپنا پہلے والا جملہ دُہرا دیا۔ اِس پر یونانی سوار نے اپنے سپاہیوں کی طرف دیکھ کر کہا :

"یہ کون سی زبان بول رہا ہے؟ یہ تو پہلوی (فارسی) زبان نہیں ہے جو ایرانی بادشاہ دارا کے سپاہی بولتے ہیں۔"

یونانی سپاہی نے عمران سے پوچھا:

"کیا تُم فارسی زبان نہیں بول سکتے؟"

عمران نے فوراً کہا:

"تھوڑی تھوڑی بول لیتا ہوں۔ دراصل میں مُلک ہندوستان میں پیدا ہوا تھا اور ہم دونوں بہن بھائی کی وہیں پرورش ہوئی۔ ہم بڑے ہو کر ایران آئے تھے۔ یہاں گاؤں میں ہمارا ایک چچا ہے۔ ہم اُس کے پاس رہتے ہیں۔"

عمران نے اسکول میں فارسی زبان پڑھی تھی۔ بس اسی وجہ سے وہ تھوڑی تھوڑی فارسی بول لیتا تھا۔ یونانی سوار نے اپنے سپاہیوں سے

کہا :

"یہ مجھے ایرانی جاسوس لگتے ہیں۔ اُنہیں پکڑ کر لے چلو۔"

اُسی وقت عمران اور شیبا کے ہاتھ پیچھے باندھ دیے گئے اور گھوڑے پر بٹھا کر یونانی سپاہی اُنہیں اپنے ساتھ لے چلے۔ شیبا نے عمران کو آہستہ سے کہا :

"اب کیا ہو گا عمران۔"

عمران نے آہستہ سے کہا : "اللہ پر بھروسہ رکھو۔ ایک بات طے ہے کہ ہم مر نہیں سکتے۔"

یونانی افسر نے ڈانٹ کر اپنی زبان میں کہا :

"خاموش رہو۔"

عمران سمجھ گیا کہ اُسے خاموش رہنے کے لیے کہا جا رہا ہے۔ وہ چُپ ہو گیا۔ کُچھ فاصلے پر ٹیلوں کے درمیان ایک چھوٹا سا میدان تھا جہاں یونانی فوج نے اپنا ایک کیمپ لگا رکھا تھا۔ یہاں اس قسم کے خیمے لگے تھے جو شیبا اور عمران نے سکندرِ اعظم پر بنائی گئی ایک انگریزی فلم میں دیکھے تھے۔ شیبا اور عمران کو اِن خیموں کے درمیان لگاتے گئے ایک چھوٹے سے خیمے میں لے جا کر بند کر دیا گیا۔ خیمے کے دونوں جانب یونانی سپاہیوں کا پہرہ لگا دیا گیا۔ تھوڑی دیر بعد ایک اونچا لمبا چوڑا چکلا یونانی فوجی افسر خیمے میں آیا۔

شیبا عمران یہی سمجھے کہ سکندرِ اعظم ہے، مگر وہ سکندرِ اعظم نہیں تھا بلکہ اس فوجی رجمنٹ کا یونانی کمانڈر تھا۔ وہ فارسی زبان جانتا تھا۔ اُس نے فارسی میں عمران سے کُچھ سوال کیے۔ مگر یہ سیکڑوں برس پرانی فارسی تھی

جو عمران کی بالکل سمجھ میں نہیں آتی۔ اُس نے اشارے سے بتایا کہ میں یہ زبان نہیں جانتا۔ یونانی کمانڈر کے ساتھ وہ فوجی افسر بھی کھڑا تھا جو شیبا عمران کو پکڑ کر لایا تھا۔ اُس نے یونانی کمانڈر سے اپنی زبان میں کہا:

"یہ جھوٹ بولتا ہے۔ یہ ہماری یونانی زبان جانتا ہے، مگر جان بوجھ کر انجان بنا ہوا ہے۔"

یونانی کمانڈر نے ایک پل کے لیے کُچھ سوچا، پھر یونانی زبان میں اپنے فوجی افسر کو حُکم دیا:

"مُجھے یقین ہے کہ یہ وہی دو ایرانی جاسُوس ہیں جن کے بارے میں ہمارے جاسُوسوں نے خبر دی تھی کہ دو ایرانی جاسُوس ہماری فوجوں کی نقل و حرکت معلوم کرنے کے لیے ہمارے کیمپ میں شخصی آتے ہیں۔ اُنہیں فوراً پیچھے نکاٹورالیگزینڈر کے حضور پیش کیا جائے۔ نکاٹورالیگزینڈر کا

حُکم ہے کہ ایرانی جاسُوس پکڑ کر میرے پاس لائے جائیں۔"

عمران اور شیبا کی سمجھ میں کُچھ نہیں آ رہا تھا کہ اُنہیں کہاں بھیجا جا رہا ہے۔ کیوں کہ یونانی کمانڈر یونانی زبان میں بول رہا تھا۔ یونانی سکندر اعظم کو نکاٹور الیگزینڈر کہہ کر پکارتے تھے۔ یونانی زبان میں نکاٹور کا مطلب تھا دلیر، عظیم بہادر۔ اُسی وقت دونوں کو گھوڑوں پر بٹھا کر پیچھے روانہ کر دیا گیا۔

اُس جگہ سے کوئی دو کوس مُجھے ایک جگہ سکندرِ اعظم اپنی بیس ہزار فوج کے ساتھ ایک وادی میں خیمہ لگائے ہوئے تھا۔ راستے میں یونانی سپاہیوں میں سے ایک سپاہی نے جو فارسی زبان جانتا تھا عمران کو بتا دیا کہ اُسے سکندرِ اعظم کے حضور پیش کیا جا رہا ہے۔ عمران کے یہ بات شیبا کو بھی بتا دی اور بولا:

"میرا خیال ہے شیبا کہ یہ ہماری زندگی کا عجیب و غریب تجربہ ہو گا کہ ہم

اصلی اور تاریخی شخصیت سکندرِ اعظم کو اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھیں گے۔"

شیبا نے کہا۔ "لیکن عمران سکندرِ اعظم ہمارے ساتھ کیا سلوک کرے گا۔"

عمران نے مُسکرا کر کہا:

"وہی جو ایک بادشاہ دوسرے بادشاہ کے ساتھ کرتا ہے۔" پھر کہنے لگا، "تُم کیوں فکر کرتی ہو؟ ایک بات طے ہے کہ ہم تاریخ کے اِس پرانے زمانے میں جب تک ہیں مر نہیں سکتے، پھر غم کِس بات کا ہے۔"

شیبا بولی۔ "مگر سکندرِ اعظم نے تلوار مار کر ہماری گردن اُڑا دی تو وہ گردن دوبارہ ہمارے کاندھوں پر کیسے جُڑے گی؟"

یہ سُن کر عمران بھی سوچ میں پڑ گیا۔



اب اُنھیں ایک میدان میں چاروں طرف خیمے ہی خیمے لگے نظر آئے۔ ہر خیمے کے اُوپر یونانیوں کا جھنڈا لہرا رہا تھا۔ فوجی اپنے اپنے کاموں میں لگے تھے۔ خیموں کے درمیان میں سکندرِ اعظم کا خیمہ تھا۔ سکندرِ اعظم کو اِطّلاع پہنچائی گئی۔ اُس نے عمران، شیبا کو اندر بُلالیا۔ یہ خیمہ اندر سے کافی کھُلا کھُلا تھا۔ فرش پر قالین بِچھے تھے۔ فرشی نشستوں پر گاؤ تکیے لگے تھے۔ ایک تخت پر سکندرِ اعظم پورا فوجی لباس پہنے تھا۔ اپنے دو جرنیلوں سے بات چیت کر رہا تھا۔ عمران اور شیبا بڑی دِلچسپی اور حیرت سے سکندرِ اعظم کو تک تھے۔ یہ وہ جرنیل تھا جس کے بارے میں اُنھوں نے تاریخ کی کتابوں میں ہی پڑھا تھا۔ اُنھوں نے اپنے اسکول کی کتابوں میں سکندر کی جو تصویر دیکھی تھی وہ اس سے کُچھ مختلف تھا۔ اُس کی آنکھیں نیلی نیلی تھیں۔ رنگ سُرخ و سفید تھا اور سر کے بال گھنگھریالے اور سُرخی مائل تھے۔

سکندر نے بھی گھور کر عمران اور شیبا کو دیکھا۔ پھر فارسی میں بولا :

"تُم تو لڑکا لڑکی ہو۔ میں تو سمجھ رہا تھا کہ کوئی بڑی عُمر کا آدمی اور عورت ہو گی۔ معلوم ہوتا ہے کہ تُم دونوں بڑے عیّار جاسوس ہو جبھی تمہیں بادشاہ دارا نے ہمارے کیمپ میں جاسوسی کرنے بھیجا ہے۔"

عمران نے ٹوٹی پھوٹی فارسی میں کہا :

"نکا ٹور الیگزینڈر! ہم جاسوس نہیں ہیں۔ ہمارے ساتھ ایک ایسا حادثہ ہو گیا ہے کہ اگر ہم آپ کو بتائیں تو آپ بھی یقین نہیں کریں گے۔"

سکندر کی بھنوئیں تن گئیں۔ کہنے لگا۔

"یہ بات تمہاری عیّاری کو ثابت کرتی ہے۔"

پھر اس نے اپنے ایک جرنیل کو اشارہ کیا اور یونانی زبان میں کہا، اور اِن

دونوں ایرانی جاسوسوں کے سینے تیروں سے چھلنی کر کے کیمپ کے پیچھے دفن کر دیے جائیں۔"

اس سے پہلے کہ عمران اور شیبا کوئی بات کرتے، یونانی جرنیل اُنہیں کھینچتا ہوا سکندرِ اعظم کے خیمے سے باہر لے گیا۔ عمران اور شیبا کو ابھی تک یہ معلوم نہیں تھا کہ سکندرِ اعظم نے اُن کے بارے میں موت کا حُکم سُنا دیا ہے۔ خیمے کے باہر آنے کے بعد عمران نے یونانی جرنیل کو فارسی میں کہا:

"نکاٹور الیگزینڈر نے کیا حُکم دیا ہے؟"

یونانی جرنیل بولا۔ "تمہیں ابھی معلوم ہو جائے گا۔"

عمران، شیبا کے ہاتھ پیچھے بندھے ہوئے تھے۔ اُنہیں اِسی طرح گھوڑوں پر

بِٹھا دیا گیا اور گھوڑے یونانی لشکر کے خیموں کے درمیان سے گُزرتے کیمپ کے پیچھے ایک ویران جگہ پر آ گئے۔ یہاں درختوں کے نیچے تھوڑی سی کھُلی جگہ تھی۔ اُنھیں گھوڑے سے اُتار کر درختوں کے ساتھ جب باندھا جانے لگا تو شیبا گھبرائی اس نے عمران سے کہا :

"عمران! یہ لوگ شاید ہمیں ہلاک کرنے والے ہیں۔"

عمران سارا معاملہ سمجھ گیا تھا کہ سکندر نے اُن کی موت کا حُکم دیا ہے۔ دِل میں وہ بھی پریشان ہو گیا تھا کہ کہیں وہ سچ مچ ہی نہ مر جائیں۔ مگر وہ شیبا کو حوصلہ دینے لگا۔

"اللہ پر بھروسہ رکھو شیبا۔ گال نے کہا تھا کہ ہم جب تک تاریخ کے پرانے زمانے میں ہیں مر نہیں سکتے۔"

شیبا نے روکھی آواز میں کہا :

"مگر یہ لوگ شاید ہمیں آگ میں جلا دیں ۔ آگ تو ہمیں جلا کر راکھ کر دے گی ۔"

عمران کا دِل زور سے دھڑکا۔ واقعی اگر ان لوگوں نے اُنھیں آگ میں جلانے کی کوشش کی تو وہ کیسے آگ سے اپنے آپ کو محفوظ رکھ سکیں گے ۔ آگ تو اس کے جسم کو جلا ڈالے گی ۔

اتنی دیر میں دو یونانی سپاہی تیر کمان لے کر شیبا اور عمران سے دس پندرہ گز کے فاصلے پر کھڑے ہو گئے ۔

"یہ لوگ ہمیں تیروں سے چھلنی کرنے لگے ہیں ۔" شیبا نے چیخ کر کہا ، وہ رونے لگی ۔ عمران بھی کچھ گھبرا سا گیا تھا ۔ کہنے لگا ۔ "آنکھیں بند کر لو شیبا!

ہم ان شاء اللہ زندہ رہیں گے۔ تیر ہمارا کُچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔"

یونانی کمانڈر گھوڑے پر بیٹھا تھا۔ اس نے اپنی زبان میں دو سپاہیوں سے کہا کہ قبریں کھودی جائیں۔ دو سپاہی فوراً بیلچوں سے قبریں کھودنے گئے۔

شیبا نے روتے ہوئے کہا :

"عمران ہماری قبریں کھودی جا رہی ہیں۔ میرے اللہ! اب کیا ہو گا؟ ہم زندہ نہ بچیں گے۔"

یونانی کمانڈر نے چیخ کر کہا :

"تیر چلاؤ!"

دونوں سپاہیوں کی کمانوں سے ایک ایک تیر نکلا اور تیزی سے فضا کو چیرتا ہوا شیبا اور عمران کے سینوں میں اُتر گیا۔ شیبا کے مُنہ سے بھیانک چیخ

نکل گئی اور اِس کے ساتھ ہی اُس کا جسم بے جان ہو گیا۔ دوسرا تیر عمران کے سینے میں دِل کے اُوپر آ کر لگا اور وہ بھی دہشت کے مارے بے ہوش ہو گیا۔ اُسے یہی لگا کہ وہ مر گیا ہے۔ دونوں کی گردنیں لٹک گئیں۔

یونانی کمانڈر نے قریب آ کر دونوں کی نبضیں دیکھیں۔ نبض بند تھی۔
یونانی کمانڈر بولا:

"یہ مر گئے ہیں۔ اُنہیں ان قبروں میں دفن کر کے زمین برابر کر دو۔"

یونانی کمانڈر واپس چلا گیا۔ یونانی سپاہیوں نے تھوڑی دیر میں عمران اور شیبا کی قبریں کھود کر تیّار کر لیں۔ پھر دونوں کی لاشوں کو درختوں پر سے اُتارا اور الگ الگ قبر میں لِٹا کر اُوپر مٹّی اور درختوں کی سوکھی لکڑیاں ڈال کر دونوں قبروں کو بند کر دیا۔

یونانی سپاہی بھی واپس چلے گئے۔

یونانی کمانڈر سیدھا سکندرِ اعظم کے شاہی خیمے میں گیا تھا۔ اس نے سکندرِ اعظم کو سلام کر کے کہا:

"نکاٹور اعظم! دونوں ایرانی جاسوس لڑکی لڑکے کو ہلاک کر کے قبروں میں دبا دیا گیا ہے۔"

سکندرِ اعظم نے بے نیازی سے کہا:

"ٹھیک ہے۔ تُم فوراً شمال جنوبی پہاڑیوں کی طرف جاؤ اور معلوم کرو کہ ایرانی فوجیں کہاں تک آ پہنچی ہیں۔ میں اُنہیں کوہ بے ستوں کے میدان میں گھیر کر دائیں بائیں سے حملہ کرنا چاہتا ہوں۔"

یونانی کمانڈر سلیوٹ کر کے خیمے سے باہر نکل گیا۔ سکندرِ اعظم کے ساتھ

اِس وقت اُس کے چار بہترین جرنیل موجود تھے۔ وہ اُن سے جنگی حکمت عملی کے بارے میں گفتگو کرنے لگا۔ شیبا اور عمران کی موت کو اُس نے ذرا سی بھی اہمیت نہیں دی تھی۔ سکندرِ اعظم اس قسم کے کئی جاسوسوں کو ہلاک کروا چکا تھا۔ ایک جرنیل کہنے لگا:

"نکاٹور اعظم! ہمارے جاسوسوں کی اِطّلاع کے مطابق ایرانی بادشاہ دارا بہت بڑی فوج لے کر چلا آ رہا ہے۔ اس کے پاس سیکڑوں ہاتھی بھی ہیں۔"

سکندر نے جھنجھلا کر کہا:

"تو کیا تُم سمجھتے ہو کہ ہم ایران کی بھاری فوجی نفری سے گھبرا کر واپس مقدونیہ چلے جائیں گے؟ کیا تُم سمجھتے ہو کہ ہم شکست کھانے کے لیے گھر سے نکلے ہیں؟ نہیں۔ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا اگرچہ ایرانی لشکر کی تعداد زیادہ

ہے، مگر ہم ان پر فتح حاصل کریں گے۔ ہمیں اپنی فتح کا یقین ہے۔ ہم نے آج تک ہار کا مُنہ نہیں دیکھا۔ ہم دُشمن کے بھاری لشکر پر غالب آئیں گے۔"

پھر سکندرِ اعظم نے فوج کے کُچھ دستوں کو ایک جرنیل کے ساتھ روانہ کیا اور ہدایت کی کہ وہ ایرانی بادشاہ دارا کی فوج کو راستے میں ہی گھیر لیں اور اُس کو تہس نہس کر دیں تاکہ دُشمن کے لشکر کا زور ٹوٹ جائے۔ سکندر نے اِس کے بعد اپنے قریبی ساتھی اور اعلیٰ جرنیل سلیوکس کو طلب کیا۔ سلیوکس پر سکندر کو بڑا بھروسہ تھا۔ سکندر نے جب ٹیکسلا کا علاقہ فتح کیا تو سلیوکس ہی وہاں کا حاکم مقرّر ہوا تھا۔ سلیوکس نے خیمے میں داخل ہو کر سکندر کو رومن انداز میں سلام کیا اور ادب سے کھڑا رہا۔ سکندر نے اسے بیٹھنے کو کہا اور خود بے چینی سے ٹہلنے لگا۔ سلیوکس سمجھ گیا کہ سکندر کو ایرانی

شہنشاہ کی فوج کی بھاری تعداد اور بے پناہ ساز و سامان کی تشویش تھی۔ وہ کُچھ کہنے ہی والا تھا کہ سکندر نے ہاتھ کے اشارے سے اسے خاموش رہنے کو کہا اور بولا:

"تُم ضرور یہ سمجھ رہے ہو گے کہ میں ایرانی لشکر کی بھاری نفری سے پریشان ہوں۔ نہیں ایسی بات نہیں ہے سلیوکس۔ مُجھے اپنے وطن مقدونیہ کی یاد ستانے لگی ہے۔ حال آں کہ ایسا نہیں ہونا چاہیے۔ بہادر آدمی جب کسی بڑی مُہم اور بڑے مقصد کو لے کر وطن سے ہے تو پھر اسے اس قسم کی چھوٹی چھوٹی باتوں سے پریشان نہیں ہونا چاہیے۔"

سلیوکس نے کہا: "نکاٹور! یہ ایک قدرتی بات ہے۔ ہر انسان کو اس جگہ سے تھوڑا بہت لگاؤ ضرور ہوتا ہے جہاں وہ پیدا ہوا ہو۔"

"ٹھیک ہے۔" سکندر نے جھنجھلا کر کہا۔ "مگر سکندرِ اعظم کے ساتھ ایسا

نہیں ہونا چاہیے۔"

سکندر تانبے کی گول میز پر جھُک گیا اور علاقے کا جنگی نقشہ دیکھنے لگا۔ سلیوکس بھی اس کے پاس آگیا۔ سکندر نے نقشے پر ایک جگہ اُنگلی رکھی اور بولا:

"تُم لشکر لے کر اُسی ٹیلے کی اوٹ میں گھات لگائے بیٹھو گے۔ جب ایرانی لشکر یہاں سے آگے گزر جائے گا تو تُم پیچھے سے اس پر حملہ کر دو گے۔"

میدانِ جنگ کے نقشے پر باتیں کرتے شام ہو گئی۔

اب ہم ذرا عمران اور شیبا کی طرف چلتے ہیں کہ جب اُن کے سینے یونانی سپاہیوں کے تیروں سے چھلنی ہو گئے اور اُنہیں وہیں گڑھوں میں دفن کر دیا گیا تو اُن پر کیا گزری۔ عمران ایک قبر میں اور شیبا الگ قبر میں دفن تھی۔

یہ باقاعدہ گہری قبریں نہیں تھیں بلکہ زمین میں دو فِٹ گڑھا کھود کر اُنہیں دبا دیا گیا تھا۔

سب سے، پہلے عمران کو ہوش آیا۔ اس نے آنکھیں کھولیں تو اُس کی آنکھوں میں مٹّی دھنس گئی۔ فوراً سمجھ گیا کہ یونانیوں نے اُسے اپنی طرف سے مُردہ سمجھ کر زمین میں دفن کر دیا ہے اور شیبا کو بھی قریب ہی دبا دیا گیا ہو گا۔ عمران نے ہاتھ پاؤں ہلانے کی کوشش کی مگر اس پر مٹّی کا ملبہ پڑا تھا۔ پھر بھی وہ ہاتھوں سے اپنے چہرے پر سے مٹّی ہٹانے لگا۔ مٹّی ہٹی تو اُوپر سوکھی شاخیں نکل آئیں۔ تازہ ہوا اُس کے چہرے سے ٹکرائی۔ اس نے دونوں ہاتھ باہر نکال لیے اور اپنے اُوپر پڑی ہوئی مٹّی اور درختوں کی شاخوں کو پرے ہٹانا شروع کر دیا۔ وہ گڑھے سے باہر نکل آیا۔ اُس کے ساتھ ہی شیبا کی قبر بھی بنی ہوئی تھی۔ اُس کو عمران نے تازہ مٹّی سے

پہچانا۔ وہ جلدی جلدی شیبا کی قبر بھی کھودنے لگا۔ چاروں طرف اندھیرا چھا رہا تھا۔ دُور سکندر کے لشکر کے خیموں کے باہر جلتی مشعلوں کی روشنی ٹمٹماتی نظر آ رہی تھی۔

عمران نے شیبا کو بھی گڑھے سے باہر نکال لیا۔ شیبا ابھی تک بے ہوش تھی۔ عمران نے اپنے سینے کو دیکھا۔ اُس کے جسم پر تیروں کا کوئی نشان تک نہیں تھا۔ تیر نے جو سوراخ کیا تھا وہ اپنے آپ بند ہو گیا تھا۔ یہی حال شیبا کا تھا۔ تازہ ہوا چہرے پر لگی تو شیبا کو بھی ہوش آ گیا۔ اس نے سہمی ہوئی آواز میں کہا۔

"کیا ہم مرنے کے بعد جنّت میں ہیں عمران؟"

عمران نے شیبا کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا:

"نہیں شیبا بہن! ہم اپنی زمین پر ہی ہیں۔"

شیبا اُٹھ کر بیٹھ گئی اور بولی:

"مگر یونانی سپاہی نے تو ہمیں تیروں سے چھلنی کر دیا تھا۔ ہم تو مَر گئے تھے۔"

عمران بولا۔ "وہ یہی سمجھ رہے تھے کہ ہم مَر گئے ہیں اسی لیے اُنھوں نے ہمیں گڑھے کھود کر دبا دیا تھا، لیکن اللہ کے فضل و کرم سے ہم زندہ ہیں اور دیکھ لو تمہارے جسم پر بھی زخم کا کوئی نشان نہیں ہے۔"

شیبا نے جب اپنے جسم پر کوئی ہلکا سا زخم بھی نہ دیکھا تو حیرانی سے بولی:

"عمران! یہ سب کیسے ہو گیا؟ ایسا تو کبھی نہیں ہوا کہ تیر سینے سے پار ہو جائے اور انسان زندہ رہے۔"

"اللہ اگر چاہے تو کیا نہیں ہو سکتا۔" عمران نے جواب دیا۔

"اب اٹھو۔ ہمیں یہاں سے نکل چلنا چاہیئے ورنہ پھر کسی مُصیبت میں پھنس جائیں گے۔"

وہ دونوں اپنے کپڑوں کی مٹّی جھاڑتے اُٹھے اور ایک طرف اندھیرے میں چل پڑے۔ شیبا ابھی تک زندہ بچ جانے پر حیران پریشان تھی کہنے لگی:

"عمران! یہ تو ایک معجزہ ہو گیا ہے۔ مُجھے ابھی تک یقین نہیں آ رہا کہ میں زندہ ہوں۔"

عمران نے کہا:

"مگر ہم زندہ ہیں۔ اِس واقعے سے ایک بات ثابت ہو گئی ہے کہ جب

تک تاریخ کے پرانے زمانے میں ہیں مَر نہیں سکتے۔ اِس طرح کم ازکم یہ اُمّید ضرور پیدا ہو گئی ہے کہ کبھی نہ کبھی اپنے زمانے میں یعنی ۱۹۹۰ء میں ضرور پہنچ جائیں گے۔"

"ہاں عمران !اب تو میں بھی مایوس نہیں ہوں۔"

شیبا نے خوش ہو کر کہا۔ اتنے میں اچانک دو یونانی سپاہی اندھیرے میں سے نکل کر سامنے آ گئے اور شیبا، عمران کو وہیں دبوچ لیا۔ یہ یونانی سپاہی رات کی گشت پر تھے۔ وہ ان دونوں کو پکڑ کر یونانی کمانڈر کے خیمے میں لے آئے۔ یہ وہی یونانی کمانڈر تھا جس نے عمران اور شیبا کی لاشوں کو اپنی آنکھوں کے سامنے گڑھے میں دفن کیا تھا۔ اُن دونوں کے بالوں اور کپڑوں پر ابھی تک قبر کی مٹّی پڑی تھی۔

یونانی کمانڈر عمران اور شیبا کو دیکھتے ہی ہکّا بکّا سا ہو کر رہ گیا۔ اور اُنہیں ٹکٹکی

باندھے گننے لگا۔ عمران اور شیبا جان گئے تھے کہ یونانی کمانڈر اُن دونوں کو زندہ حالت میں دیکھ کر پریشان ہوگیا ہے۔ کیوں کہ اُس کے خیال کے مطابق تو وہ دونوں مر چکے تھے۔ یونانی سپاہی نے سلیوٹ کر کے کہا:

"سر! یہ ہمارے کیمپ کے ارد گرد مُشتبہ حالت میں گھوم پھر رہے تھے۔"

یونانی کمانڈر مُنہ سے کُچھ نہ بولا۔ اشارے سے سپاہی کو باہر بھیجا اور عمران اور شیبا کو باری باری دہشت زدہ نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا:

"تُم زندہ کیسے ہو؟ تمہارے سینے تو تیروں سے چھلنی کر کے تمہیں زمین میں دفن کر دیا گیا تھا۔"

عمران نے بڑی شان سے کہا:

"تمہارے تیر، تمہاری تلواریں ہمارا کُچھ نہیں بگاڑ سکتیں۔ اِس کا ثبوت

تمہارے سامنے موجود ہے۔"

یونانی کمانڈر کچھ گھبرا گیا۔ اُسے اور تو کچھ سمجھ میں نہ آیا۔ بس عمران شیبا کو پکڑا اور سیدھا سکندر کے شاہی خیمے میں لے آیا۔ کیوں کہ اِن دونوں کو سکندر کے حکم سے ہی موت کے گھاٹ اُتارا گیا تھا۔ سکندر کے خیمے میں شمعیں روشن تھیں۔ سکندرِ اعظم اپنے بہترین دوست جرنیل سلیوکس کے ساتھ گفتگو کر رہا تھا کہ یونانی کمانڈر نے جھک کر سلام کیا اور ادب سے بولا:

"نکاٹور اعظم! بغیر اجازت یوں چلے آنے کی معافی چاہتا ہوں لیکن معاملہ سنگین ہے۔ یہ وہ لڑکا لڑکی ہے جس کو آپ کے حکم سے ہم نے ہلاک کر کے زمین میں دفن کر دیا تھا، مگر یہ زندہ قبروں سے نکل آئے ہیں۔"

سکندر نے عمران اور شیبا کو فوراً پہچان لیا کہ یہی بہن بھائی ایرانی جاسوس ہیں

جس کو اس نے موت کی سزا سُنائی تھی۔ ایک دفعہ تو آدھی دُنیا کا فاتح سکندرِ اعظم بھی چکرا کر رہ گیا۔ پھر بولا :

"یہ لوگ مرے نہیں ہوں گے۔ تُم نے اُنہیں زخمی حالت میں دفن کر دیا ہو گا۔"

یونانی کمانڈر نے عرض کی :

"نکا ٹورا عظم ! مگر اِن کے جسموں پر تیروں کا ایک زخم بھی نہیں ہے جب کہ میری آنکھوں کے سامنے دو تیر ان کے جسموں سے پار ہو گئے تھے۔"

تب سکندر نے اپنی تلوار نیام سے کھینچ لی اور آگے بڑھ کر عمران کی گردن پر بھر پور وار کیا۔ سکندر کی تلوار عمران کی گردن سے ٹکرائی تو ایسی آواز بُلند

ہوئی جیسے تلوار کی چٹّان کے ساتھ ٹکرائی ہو۔ سکندر نے غُصّے میں آ کر دوسرا وار کیا تو تلوار عمران کی گردن سے ٹکرا کر دو ٹکڑے ہو گئی۔ سکندر نے لپک کر عمران کی گردن پر ہاتھ پھیرا۔ عمران کی گردن عام انسانوں کی طرح نرم تھی۔ سکندر نے عمران کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں اور گرج دار آواز میں پوچھا: "کون ہو تُم لوگ؟"

عمران نے بڑے سکون سے جواب دیا:

"ہم وہ ہیں جو تمہیں یہ بھی بتا سکتے ہیں کہ تُم کہاں تک مُلک فتح کر سکو گے اور تمہاری موت کہاں پر واقع ہو گی۔"

کیوں کہ عمران اور شیبا نے تاریخ کی کتابوں میں سکندرِ اعظم کی فتوحات اور اس کی موت کے واقعات پڑھ رکھے تھے۔ سکندر کے ہونٹ کھُلے تھے اور عمران کو ٹکٹکی باندھے تک رہا تھا۔

پھر سکندر نے آہستہ سے پوچھا :

"سچ سچ بتاؤ تُم کون ہو؟"

پھر کیا ہوا؟

یہ جاننے کے لیے پڑھیے

"خطرناک فارمولا"